ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
34
6 تا 12 ذوالحجہ 1438ھ / 29 اگست تا 4 ستمبر 2017ء

عیدالاضحیٰ اور روح قربانی

قربانی کا حاصل کیا ہے؟ یہ کہ ہمارا معبود برحق ایک اللہ ہے۔ بندگی اُسی کا حق ہے۔ بقول اقبالؒ

وہی ذاتِ واحد عبادت کے لائق
زبان اور دل کی شہادت کے لائق

یعنی اُس کے ساتھ کسی کو کسی بھی اعتبار سے شریک نہ ٹھہرائیں۔ ہماری قربانی اور نذر و نیاز بھی صرف اُسی کے لیے ہو۔ ہم صرف اُسی کے سامنے اپنے سر جھکائیں۔ اُسی کے دیئے گئے ضابطۂ حیات پر عمل کریں۔ اُسی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ پیدا کریں۔ ہم سب اہل ایمان کو چاہیے کہ جس وقت قربانی کے جانور پر چھری چلا رہے ہوں، ساتھ یہ بھی عزم کریں کہ اللہ کی خاطر اپنی نفسانی خواہشات کی بھی قربانی دیں گے، زمانے کے رواجات کو بھی اللہ کی شریعت کے مقابلے میں قربان کریں گے۔ دنیا کی رسوم بھی اگر اللہ کے حکم سے ٹکراتی ہیں تو انہیں بھی اُٹھا کر پھینک دیں گے۔ اللہ کی مرضی اور حکم ہی ہر حال میں مقدم ہوگا۔ اِسی طرح اجتماعی سطح پر بھی عزم کیا جائے کہ ہم دنیاوی طاقتوں کی غلامی کو بھی اللہ کی وفاداری پر قربان کریں گے۔ امریکہ، ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کو خاطر میں نہیں لائیں گے اور ہر حال میں اللہ کے احکام اور اس کی شریعت کی منشا کو ترجیح دیں گے۔ جب توحید کو مانا ہے، جب ایک اللہ کی بندگی کا اقرار کیا ہے تو پھر کسی اور کے در پر جھکنا مسلمان کا شیوہ نہیں۔ توحید تمام معبودان باطلہ کی نفی کا اعلان ہے۔ یہ غیر اللہ کی غلامی سے خواہ یہ غلامی کسی انسان کی ہو، کسی ریاست یا ادارے کی ہو آزادی کا مژدہ جانفزا ہے۔

حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ
امیر تنظیم اسلامی

اس شمارے میں

زخمی سانپ

اسلامی معاشرہ کے خدوخال

مطالعۂ کلام اقبال

کیا پاکستان اسلام کے نام پر نہیں بنا تھا......؟

مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

بار بار حج کرنے والوں کے نام

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

اللہ تعالیٰ کے ہاں انعامات کے مستحق لوگ

الھدیٰ (769)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ مَریَم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:58تا 60

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنۡ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ ٭ وَ مِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ۫ وَّ مِنۡ
ذُرِّیَّۃِ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡرَآءِیۡلَ ۫ وَ مِمَّنۡ ہَدَیۡنَا وَ اجۡتَبَیۡنَا ؕ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا
سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا ﴿ۚ۵۸﴾ فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَ اتَّبَعُوا الشَّہَوٰتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ
غَیًّا ﴿ۙ۵۹﴾ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ وَ لَا یُظۡلَمُوۡنَ شَیۡئًا ﴿ۙ۶۰﴾

آیت ۵۸ ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ﴾ ’’یہ ہیں وہ لوگ جن پر انعام فرمایا اللہ نے انبیاء میں سے‘‘

سورۃ النساء کی آیت ۶۹ میں مُنۡعَمۡ عَلَیۡہِم لوگوں کے جن چار طبقات کا بیان ہے‘ ان میں سے اعلیٰ ترین طبقہ کے افراد یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کا یہاں اللہ کے انعامات کے حوالے سے تذکرہ فرمایا جارہا ہے۔

﴿مِنۡ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ ٭ وَ مِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ۫﴾ ’’اولادِ آدمؑ میں سے‘ اور ان لوگوں (کی نسل) میں سے جنہیں سوار کرایا ہم نے (کشتی میں) نوحؑ کے ساتھ‘‘

﴿وَّ مِنۡ ذُرِّیَّۃِ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡرَآءِیۡلَ ۫ وَ مِمَّنۡ ہَدَیۡنَا وَ اجۡتَبَیۡنَا ؕ﴾ ’’اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی نسل میں سے‘ اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت دی اور جنہیں ہم نے چن لیا۔‘‘

﴿اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا ﴿۵۸﴾﴾ ’’جب تلاوت کی جاتیں ان پر رحمٰن کی آیات تو وہ گر پڑتے تھے (اللہ کی جناب میں) سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے۔‘‘

آیت ۵۹ ﴿فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ خَلۡفٌ﴾ ’’پھر جانشین ہوئے ان کے بعد ناخلف لوگ‘‘

’’خَلۡف‘‘ کا لفظ جب ’’ل‘‘ ساکن کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ’’ناخلف‘‘ کے لیے جاتے ہیں۔ یعنی اپنے اسلاف کے کردار کے خلاف عمل کرنے والے اور ان کی نیک نامی اور بزرگی کو بٹہ لگانے والے لوگ۔

﴿اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَ اتَّبَعُوا الشَّہَوٰتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّا ﴿۵۹﴾﴾ ’’انہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کی پیروی کی‘ تو عنقریب وہ ملیں گے گمراہی سے۔‘‘

یعنی عنقریب وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔

آیت ۶۰ ﴿اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ وَ لَا یُظۡلَمُوۡنَ شَیۡئًا ﴿۶۰﴾﴾ ’’سوائے ان کے جنہوں نے توبہ کی اور وہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے‘ تو وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر قطعاً کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘

اُن کے اعمال کا انہیں پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان کی ذرہ بھر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔

فرمان نبوی

شکر کی اہمیت

عَنِ النُّعۡمَانِ بۡنِ بَشِیۡرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ عَلَی الۡمِنۡبَرِ ((مَنۡ لَمۡ یَشۡکُرِ الۡقَلِیۡلَ لَمۡ یَشۡکُرِ الۡکَثِیۡرَ وَمَنۡ لَمۡ یَشۡکُرِ النَّاسَ لَمۡ یَشۡکُرِ اللّٰہَ التَّحَدُّثُ بِنِعۡمَۃِ اللّٰہِ شُکۡرٌ وَتَرۡکُہَا کُفۡرٌ وَالۡجَمَاعَۃُ رَحۡمَۃٌ وَالۡفُرۡقَۃُ عَذَابٌ)) (متفق علیہ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ منبر پر فرمایا: ’’جو شخص تھوڑے پر شکر نہیں کرتا وہ زیادہ پر بھی شکر نہیں کرتا جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا اللہ کے انعامات واحسانات کو بیان کرنا شکر ہے۔ چھوڑنا کفر ہے، اجتماعیت رحمت ہے اور افتراق عذاب ہے۔‘‘

تشریح: شکر ایک اعلیٰ ایمانی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا زبان اور عمل سے اقرار کرنا شکر کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حقیقی شکر یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق گزارے اور نافرمانی سے بچے۔ قرآن میں بھی شکر ادا کرنے والوں کو بہترین اجر دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اے میرے رب! توفیق دیجیے مجھ کو کہ میں شکر ادا کرتا رہوں آپ کی ان نعمتوں کا جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

زخمی سانپ

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی پاک افغان پالیسی پر تقریر درحقیقت زخمی سانپ کی پھنکار تھی۔ امریکہ اب سپریم پاور آف دی ورلڈ نہیں رہا، اس نوشتۂ دیوار کو پڑھنے سے انکار تھا۔ امریکہ اب اخلاقی اور سیاسی لحاظ سے زوال پذیر ہے، اس حقیقت کو اپنی عسکری قوت تلے چھپانے کی کوشش تھی۔ تاریخ سے سبق سیکھنے سے کھلا اور واضح انکار تھا۔ خود کو اور امریکی عوام کو جھوٹی تسلی دینے کی ایک کوشش تھی۔ امریکی صدر کی تقریر پر کوئی تبصرہ کرنے سے پہلے ہم عوام الناس، خصوصاً اُن دانشوروں کی ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں گے جو دنیوی سطح پر امریکہ کی ترقی اور اُس کی طاقت اور دولت کی چکا چوند سے انتہائی مرعوب ہیں۔ اُس کی عظمت کے گیت گاتے رہتے ہیں اور اُس کی عسکری قوت سے اپنے ہم وطنوں کو خوف زدہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ غلط فہمی یہ ہے کہ ریاست امریکہ نے ماضی اور حال میں جو دنیا بھر میں قوت کے بل بوتے پر کچھ غلط، غیر اخلاقی اور ظالمانہ اقدام کیے ہیں، یہ امریکہ کی انتظامی اور عسکری اشرافیہ کی کارگزاری تھی۔ بحیثیت مجموعی امریکی قوم بڑی مہذب، اخلاقی اقدار کی حامل، دیانت دار اور عدل وانصاف کی قائل ہے۔ اندرونی یعنی ملکی اور قومی سطح پر باہمی ربط و تعلق میں یہ بات کسی حد تک درست ہوسکتی ہے۔ لیکن بین الاقوامی تعلقات میں دوسری اقوام سے معاملات طے کرتے ہوئے اور ایسے ممالک اور اقوام سے ڈیل کرتے ہوئے جو امریکہ کے غلط اور ناجائز مطالبات تسلیم کرنے سے انکار کریں، ایسی صورت میں امریکی عوام کی سوچ، ذہنیت اور اخلاق کا معیار جابر، ظالم اور فتنہ پرور قیادت سے قطعی طور پر مختلف نہیں۔ ہم اپنے اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے نہ تفصیل میں جائیں گے اور نہ ماضی بعید کو کریدیں گے بلکہ ماضی قریب کی صرف ایک مثال پر اکتفا کریں گے۔

2000ء کے صدارتی انتخاب میں جونیئر بش اور الگور کے درمیان مقابلہ تھا۔ بش نے جیت کا اعلان کر دیا لیکن جلد یہ راز فاش ہوگیا کہ بعض قوتوں نے بش کو صدر بنانے کے لیے دھاندلی کی ہے۔ لہٰذا نتائج روک لیے گئے۔ الگور نے عدالت سے رجوع کیا۔ امریکی تاریخ کا منفرد واقعہ ہے کہ ایک ماہ تک صدارتی انتخابات کے نتائج سامنے نہ آسکے۔ امریکہ کی دنیا بھر میں رسوائی ہوئی۔ ابھی عدالت میں کیس زیرِ سماعت تھا کہ الگور نے کہا کہ امریکہ کی اس قدر بے عزتی اور رسوائی میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔ اُس نے کیس واپس لے لیا تب مسئلہ حل ہوا۔ ہم قارئین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بش 2000ء میں دھاندلی سے بمشکل صدر منتخب ہوتا ہے۔ 2001ء میں نائن الیون کو آڑ بنا کر افغانستان پر تسلط جما لیتا ہے۔ 2003ء میں ایک اور جھوٹے عذر کی بنیاد پر عراق کو نیست و نابود کرتا ہے، لاکھوں افغانی اور عراقی مارے جاتے ہیں۔ بعد کے واقعات ثابت کرتے ہیں کہ بش نے جھوٹ کی بنیاد پر یہ فساد پھیلایا اور لاکھوں انسان بے جا موت کے گھاٹ اُتار دیئے۔ اب 2004ء میں انتخابات ہوتے ہیں تو یہی جونیئر بش landslide وکٹری حاصل کرتے ہیں۔ عوام اُس کو ووٹوں سے لاد دیتے ہیں، جس نے امریکہ کی ہیبت طاری کرنے کے لیے انسانیت کا قتل کیا۔ لیکن عوام اُسے بھرپور خراجِ تحسین پیش کر رہے ہیں۔ پھر

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

6 تا 12 ذوالحجہ 1438ھ جلد 26
29 اگست تا 4 ستمبر 2017ء شمارہ 34

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

2005ء سے افغانستان اور عراق سے ردعمل کا آغاز ہوتا ہے۔ خصوصاً افغانستان میں امریکہ کو پے در پے ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اب صرف چند سو یا ہزار امریکیوں کی لاشیں وطن پہنچتی ہیں تو امریکہ میں تہلکہ مچ جاتا ہے۔ بش تو 2008ء کا انتخاب نہیں لڑ سکتا تھا لیکن عوام اُس کی جماعت یعنی ری پبلیکن پارٹی کو مسترد کر کے ڈیموکریٹک کے بارک اوباما کو کامیاب کرواتے ہیں۔ گویا امریکہ اگر ناجائز طور پر اور جھوٹے عذر تراش کر دنیا کو تباہ و برباد کرتا ہے۔ مسلسل انسانی خون بہاتا ہے، تو ایسا ظالم اور جابر شخص امریکی عوام کا ہیرو ہے۔ کیونکہ امریکہ فاتح ہے اور اُس کی ہیبت دنیا پر طاری ہوتی ہے اور بصورت دیگر وہ اُس کو رد کر دیتے ہیں۔ لہٰذا کسی کو امریکی قوم کے اخلاقی معیار اور ذہنی پستی کے حوالے سے غلط فہمی نہیں رہنی چاہیے۔

پاک افغان پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے امریکی صدر نے پانچ نکات کو بنیاد قرار دیا۔ (1) افغانستان میں فوج کی تعداد کا بڑھانا لیکن کتنی یہ نہیں بتایا جائے گا۔ (2) میدان جنگ میں موجود جنگی کمانڈر کو زیادہ اختیارات دینا۔ بلکہ کلی طور پر خود مختار بنا دینا۔ (3) افغان طالبان کو مذاکرات پر لانا یا مجبور کرنا۔ (4) پاکستان کا تبدیل کیا جانا۔ (5) افغانستان میں جیت اور صرف جیت۔ لیکن قومی تعمیر نو غیر ضروری قرار دینا۔

جہاں تک فوج میں اضافہ کرنے کی بات ہے ہماری نگاہ میں یہ بات مضحکہ خیز ہی نہیں احمقانہ بھی ہے۔ اس وقت امریکہ کے 8400 فوجی موجود ہیں۔ امریکہ کو تو اُس وقت بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا جب افغانستان میں نیٹو فوج کی کل تعداد ایک لاکھ اور ڈیڑھ لاکھ کے درمیان تھی۔ اب یہ ساڑھے آٹھ ہزار سے تیرہ یا چودہ ہزار ہو جائے گی تو کیا کارنامہ سرانجام دے لے گی؟ جہاں تک میدان جنگ میں موجودہ جنگی کمانڈرز کو لامحدود اختیارات دینے کا معاملہ ہے تو پہلے وہ کون سی کسر چھوڑ رہے تھے جواب وہ پوری کریں گے۔ درحقیقت یہ افغان طالبان پر ظلم وستم بڑھانے کی ترغیب ہے۔ سیاسی مذاکرات کے حوالے سے امریکہ کی عجیب وغریب اور نرالی منطق ہے۔ گویا امریکہ کہہ رہا ہے کہ میں جنگ میدان میں تو نہیں جیت سکتا لیکن میں چونکہ عظیم قوت ہوں (جو بہر حال افغان طالبان نے پاش پاش کر دی ہے) لہٰذا تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرے ساتھ مذاکرات کرو اور جو جنگ تم میدان میں جیت رہے ہو وہ ٹیبل پر مجھ سے ہار جاؤ۔ کیونکہ امریکہ عظیم ہے۔ پاکستان سے بھی امریکہ کا شروع سے یہ مطالبہ ہے کہ چونکہ امریکہ عظیم ہے لہٰذا شکست قابل قبول نہیں۔ تم ہمارا دیا کھاتے ہو، لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ تم عملی طور پر جنگ میں کود و اور یہ جنگ جیت کر پلیٹ میں ہمیں پیش کرو۔ کیونکہ امریکہ عظیم ہے اور تمہارے کھانے پینے کا بندوبست کرتا ہے۔ اگر تم اپنے بارڈرز پر پاکستان کے خلاف دہشت گردی کرنے والوں کی کمر توڑ سکتے ہو تو افغان طالبان کو شکست کیوں نہیں دے سکتے۔ رہا امریکہ کا معاملہ تو امریکہ عظیم ہے اُس کے حکم کی تعمیل تمہارا فرض ہے۔ آخری نکتہ امریکی صدر اور امریکی قوم کو حقیقی طور پر بے نقاب اور بے لباس کرتا ہے اور اُس کے اخلاقی دیوالیہ پن کی غمازی کرتا ہے۔ ہر شخص کو یہ جاننا چاہیے کہ قوموں کے زوال کا آغاز اخلاقی زوال سے ہی ہوتا ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں ہمیں افغانستان میں صرف جیت سے غرض ہے۔ ہمارا افغانستان کی قومی تعمیر نو سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ہم ایسا کرنے کے پابند ہیں۔ یعنی جس ملک کا آپ کی فوجی کارروائی اور اندھا دھند بمباری سے سب کچھ تباہ ہو گیا ہے۔

اس اندھا دھند بمباری کا شکار صرف افغان طالبان ہی نہیں ہوئے بلکہ عام شہری جو جنگ سے لاتعلق ہیں وہ بھی ہلاک ہوئے۔ فرینڈلی فائرنگ میں افغان فوجی جو افغان طالبان کے خلاف لڑ رہے ہیں وہ بھی ہلاک ہوئے۔ علاوہ ازیں عوامی پراپرٹی تباہ ہوئی۔ افغان حکومت کا انفرا سٹرکچر جیسا کیسا بھی وہ تھا تباہ ہوا اور امریکہ بہادر جو اعلیٰ اور مہذب تہذیب کا دعویدار ہے اُس کا صدر کہتا ہے کہ ہمارا قومی تعمیر نو سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ گویا ہم جیت کر عظیم ترین (The greatest) کہلوانا چاہتے ہیں اور علاقے میں موجود رہ کر سیاسی، عسکری اور اقتصادی فوائد سمیٹنا چاہتے ہیں۔ لیکن اہل افغانستان جائیں جہنم میں۔

الحمدللہ ثُمَّ الحمدللہ اس مرتبہ یعنی ٹرمپ کی زبردست دھمکی کے بعد پاکستان کی عوام ہی نہیں، سیاسی اور عسکری قیادت کی طرف سے بھی مناسب اور درست ردعمل سامنے آیا ہے۔ اگرچہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہماری قیادت کے پاس اب کوئی دوسرا آپشن تھا ہی نہیں۔ بہرحال ہم حسن ظن کا مظاہرہ کرتے ہوئے حکومتی اور عسکری قیادت کے ردعمل کی تحسین کرتے ہیں۔ اس دعا کے ساتھ کہ بیانات کی حد تک نہیں بلکہ وہ عملی طور پر ڈٹ جانے کا اور نہ جھکنے کا مظاہرہ کریں۔ اور امریکہ کو صاف صاف بتا دیں کہ ہم اُس کی ناجائز خواہشات اور ظالمانہ اقدامات کی حمایت ہرگز نہیں کر سکتے۔ ہم جنگ نہیں چاہتے لیکن اپنی سلامتی ہی نہیں اپنے نظریہ کی حفاظت کے لیے بھی اپنا تن من دھن قربان کر سکتے ہیں اور افغانستان میں حکمرانی کا حق صرف افغانوں کو ہے لہٰذا تمام غیر ملکی افواج وہاں سے غیر مشروط طور پر نکل جائیں تاکہ افغان عوام اپنی خواہشات کے مطابق طرز حکومت اور طرز زندگی اپنا سکیں۔

امریکہ کو برطانیہ اور سوویت یونین کے انجام سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ مرحوم مارگریٹ تھیچر جو برطانیہ کی وزیر اعظم رہی تھیں نے جب سوویت یونین افغانستان پر حملہ آور ہوا تھا تو سوویت یونین کو مخاطب کرتے ہوئے اُس نے کہا تھا: We learnt our lesson in Afghanistan and you will learn your lesson وہ آج زندہ ہوتیں تو امریکہ کو بھی یہی نصیحت کرتیں شاید سفید چمڑی کی نصیحت امریکہ کی سمجھ میں آ جاتی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اپنی پیش رو سپر قوتوں کی طرح امریکہ بھی اپنی فوج اور اپنی سپر میسی کا قبرستان افغانستان میں ہی بنانا پسند کرے گا۔ بہرحال ہم اُسے نیک و بد سمجھائے دیتے ہیں۔

اسلامی معاشرہ کے خدوخال

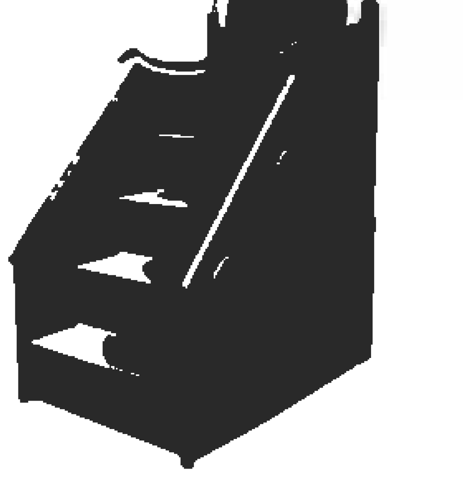

سورۃ بنی اسرائیل کے تیسرے رکوع کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 18 اگست 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! سورۃ بنی اسرائیل کا تیسرا رکوع آج ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ اس رکوع میں اسلام کی معاشرتی تعلیمات کا خلاصہ بیان ہوا ہے اور یہ مضمون دو رکوعوں پر پھیلا ہوا ہے۔ اس سے پہلے ہم نے سورۃ المومنون کی ابتدائی گیارہ آیات کا مطالعہ کیا تھا جن میں ایک بندہ مومن کے بنیادی اوصاف کا تذکرہ تھا۔ اس کے بعد سورۃ الفرقان کے آخری رکوع کا مطالعہ کیا جس میں عبادالرحمٰن کے اوصاف بیان ہوئے تھے۔ یہ تمام اوصاف انفرادی سطح پر ایک فرد کی ذاتی زندگی کے سدھار، درجات کی بلندی، رب کی رضامندی اور نصرت کا ذریعہ ہیں۔ فرد کے بعد معاشرہ آتا ہے اور اسلام معاشرے کا معیار بلند کرنے کے لیے بھی مکمل راہنمائی دیتا ہے۔ اسلام کا معاشرتی نظام کیا ہے؟ سوشل structures کیا ہیں؟ سوشل ویلیوز کیا ہیں؟ کن ویلیوز کو promote کرنا ہے اور کن کو discourage کرنا ہے یا جڑ سے اکھاڑنا ہے؟ اس حوالے سے بھی قرآن نے ایک پورا معاشرتی سسٹم دیا ہے۔ خاص طور پر مدنی سورتوں میں زیادہ تر معاشرتی موضوعات ہی زیر بحث آئے ہیں۔ جیسے طلاق کے مسائل، رضاعت کے مسائل، شادی بیاہ، نکاح کے مسائل وغیرہ اور کیا چیزیں حلال ہیں؟ کیا حرام ہیں؟ یہ ساری تفصیلات سورۃ البقرہ، النساء، المائدہ، آل عمران وغیرہ میں موجود ہیں۔ لیکن اس کا خلاصہ سورۃ بنی اسرائیل میں بھی ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل اگرچہ مکی سورت ہے لیکن آنحضورﷺ کے قیام مکہ کے آخری دنوں میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ایک ہے جب مدینہ میں مہاجرین اور انصار صحابہؓ کے طفیل ایک مسلم معاشرہ تشکیل پا رہا تھا۔ گویا اب معاشرتی تعلیمات کی ضرورت تھی۔ لہٰذا اس ضرورت کو پورا کرنے کے ہجرت سے متصلاً قبل یہ سورت نازل ہوئی ہے جس کے دو رکوعوں میں پورے معاشرتی نظام کے بنیادی خدوخال بیان ہوئے ہیں۔

سورۃ بنی اسرائیل میں اول و آخر بنی اسرائیل کی تاریخ ہے۔ قرآن مجید میں بنی اسرائیل کا تذکرہ بار بار اسی لیے آیا ہے کہ وہ سابقہ اُمت مسلمہ تھے۔ جب حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلے تھے اور صحرائے سینا میں پہنچے تھے تو ظاہر ہے اب ایک ایسا معاشرہ تشکیل پانا تھا جو مسلمانوں پر مشتمل ہوتا۔ چنانچہ اسی موقع پر تورات نازل ہوئی جس میں شریعت کے احکام بیان ہوئے۔ اسی طرح موجودہ اُمت مسلمہ کے مسلمان بھی جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے تو اب وقت تھا کہ مسلم معاشرہ کے

مرتب: ابو ابراھیم

لیے ہدایت و راہنمائی اللہ کی طرف سے نازل ہوتی۔ لہٰذا جو احکامات اس وقت بنی اسرائیل کو دیے گئے تھے وہی اب مسلمانوں کے لیے بھی نازل ہوئے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا تفسیر قرآن میں بہت اونچا مقام ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تورات میں معاشرتی تعلیمات کے حوالے سے جو احکام دیے گئے تھے، سورۃ بنی اسرائیل کے یہ دو رکوع ان ہی کا قرآنک ورژن ہیں۔ یعنی بنیادی سوشل ویلیوز وہی ہیں البتہ تفصیلات میں تھوڑی تبدیلی ہے۔ بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے قرآن کا جو منتخب نصاب مرتب کیا تھا اس میں یہ دو رکوع بھی شامل ہیں جن میں سے پہلے رکوع کا مطالعہ آج ہم ان شاء اللہ کریں گے۔

﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ﴾ ”اور فیصلہ کر دیا ہے آپؐ کے رب نے کہ مت عبادت کرو کسی کی سوائے اُس کے“۔

اس پہلی آیت کا تعلق اگرچہ عقیدہ سے ہے کہ بندگی صرف اللہ کی ہونی چاہیے لیکن اسلام کا جو معاشرتی نظام ہے اس کی اصل بنیاد توحید ہے۔ لہٰذا ان دو رکوعوں کا آغاز بھی توحید کے ذکر سے ہو رہا ہے اور اختتام بھی توحید پر ہو رہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کی بنیادی خصوصیت یہ ہے اس میں رب کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہونی چاہیے۔ قانون صرف اسی کا چلے گا، کسی انسان، کسی جماعت یا کسی پارلیمنٹ کو یہ اختیار نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اللہ کے نازل کیے ہوئے قانون کے مقابلے میں اپنا قانون بنائے۔ اس کے بنائے ہوئے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور عائلی قوانین میں کسی کو ترمیم کا جواز نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ توحید کی روح یہی ہے کہ اُس ایک رب کی مکمل بندگی کی جائے۔ لہٰذا ایک اسلامی معاشرے میں کسی ایسے اقدام کی کوئی گنجائش نہیں ہے جس سے شرک یا شرکیہ تصورات کو فروغ ملتا ہو۔ گویا اسلامی معاشرے کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ مکمل طور پر چوکس رہے کہ شرک کی کوئی آلائش اس میں پہنچنے نہ پائے۔

﴿وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط﴾ ”اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو“

معاشرے کی بنیادی اکائی گھر کی چار دیواری، خاندان یا کنبہ ہے۔ کنبے یا خاندان مل کر ایک معاشرہ بناتے ہیں۔ ایک صحت مند معاشرہ تبھی تشکیل پا سکتا ہے جب اس کی بنیادی اکائی یعنی خاندان یا کنبہ ٹھیک ہو اور کنبہ، خاندان یا گھر اسی وقت ٹھیک ہو سکتا ہے جب اس میں رہنے والے افراد کے آپس میں حقوق متعین کر دیے جائیں۔ چنانچہ اس آیت میں بتا دیا گیا کہ بندوں پر سب سے پہلا حق اللہ کا ہے کہ وہ صرف اسی کی بندگی اختیار کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور اس کے بعد سب

سے بڑھ کر حق والدین کا ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ گویا بندوں میں آپس میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔ ایک اسلامی معاشرے کے اس تقاضے میں کتنی شدت ہے اور اس کی کتنی جہتیں ہیں اس کا اندازہ آیت کے اگلے حصے سے ہو رہا ہے۔

﴿اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا﴾ ''اگر پہنچ جائیں تمہارے پاس بڑھاپے کو ان میں سے کوئی ایک یا دونوں''

والدین عمر رسیدہ ہوں، دونوں حیات ہوں یا ان میں سے کوئی ایک تو جوان اولاد کے لیے کیا حکم ہے:

﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾﴾ ''تو انہیں اُف تک مت کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے بات کرو نرمی کے ساتھ۔''

ایک مثالی اسلامی معاشرے کا تقاضا ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا جائے اور اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو اس تقاضے میں اور بھی شدت آجاتی ہے کہ اب ان کا پہلے سے بھی زیادہ خیال رکھا جائے، پہلے سے زیادہ عزت اور احترام سے پیش آیا جائے۔ ان کی کسی بھی بات پر ناگواری کا اظہار کرنے یا اُف تک کہنے کی اسلامی معاشرے میں گنجائش نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جب ان سے بات کی جائے تو انتہائی ادب اور نرمی سے کی جائے۔

﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾ ''اور جھکائے رکھو ان کے سامنے اپنے بازو عاجزی اور نیاز مندی سے''

الرَّحْمَةِ کا لفظ یہاں ظاہر کر رہا ہے کہ والدین سے کس قدر نیاز مندی کے ساتھ پیش آنے کی ضرورت ہے۔ والدین اپنی اولاد سے کتنی رحمت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ لیکن جب وہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو اب وہ اولاد کے محتاج ہیں اور اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کے ساتھ بھی اتنی ہی رحمت کے ساتھ پیش آیا جائے۔ جتنی ان کی قربانیاں ہیں وہ اللہ کے سوا کون جان سکتا ہے۔ ان کا لازمی تقاضا ہے کہ اب اُف تک نہ کہا جائے جھڑکنا یا سخت لہجے میں بات کرنا تو دور کی بات ہے۔ بلکہ ان کے سامنے اپنے کندھے جھکے ہوئے ہوں اور انتہائی محبت، عقیدت اور نیاز مندی سے بات کی جائے۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾﴾ ''اور دعا کرتے رہو: اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسے کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔''

اولاد جس قدر بھی والدین کی خدمت کر لے ان کی قربانیوں کا صلہ نہیں چکا سکتی اور نہ ہی اس رحمت کا حق ادا کر سکتی ہے جس رحمت سے انہوں نے پالا تھا۔ لہٰذا والدین کی ہر ممکن خدمت اور زیادہ سے زیادہ حسن سلوک کے بعد بھی اللہ سے دعا کرتے رہنا چاہیے کہ یارب! تو ہی ان کی محنت اور شفقت کا بہترین صلہ انہیں عطا فرما اور ان پر اپنا خاص فضل اور رحم فرما۔ حالانکہ سب سے بڑا حق اللہ کا ہے کہ جس نے ہمیں شرف انسانیت بخشا ہے، جو خالق ہے، مالک ہے اور ہر بندے کے لیے اصل راستہ جو کہ فطرت کا راستہ ہے وہ ایک ہی ہے کہ وہ اللہ کو پہچانے اور صرف اسی کی بندگی کرے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اگر والدین مشرک ہیں اور حکم دے رہے ہیں کہ شرک کرو اور اس ضمن میں والدین ہونے کے ناتے ان کو جو مقام قدرت کی طرف سے ملا ہوا ہے اس کو exploit کرتے ہوئے وہ دباؤ ڈال رہے ہیں تو پھر بھی یہ حکم ہے کہ ان کی شرکیہ بات نہ مانی جائے لیکن ان سے نہایت اچھے طریقے سے اور مثبت انداز سے پیش آنا ہے کیونکہ والدین ہونے کے ناتے ان کے حقوق پھر بھی رہیں گے جن کو پورا کرنا اولاد کی ذمہ داری ہوگی۔ حقوقِ والدین کے حوالے احادیث میں بھی بہت اہم احکامات آئے ہیں۔

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے وقت میں نماز پڑھنا، ابن مسعودؓ نے کہا کہ اس کے بعد کون (سا عمل محبوب ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کے بعد والدین کی اطاعت کرنا''، ابن مسعودؓ نے کہا کہ اس کے بعد کون (سا عمل

پریس ریلیز 25 اگست 2017ء

ٹرمپ کی دھمکی پر قوم کا متفقہ ردعمل خوش آئند ہے

چیئرمین سینٹ کی یہ للکار کہ پاکستان کو امریکی فوجیوں کا قبرستان بنا دیں گے، قابل تحسین ہے

چین اور روس کی مدد اُس وقت کارگر ہوگی جب ہم پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنائیں گے

حافظ عاکف سعید

ٹرمپ کی دھمکی پر قوم کا متفقہ ردعمل خوش آئند ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ ٹرمپ کی تقریر فرعونیت کا اظہار تھا لیکن افغان طالبان کو چونکہ اللہ کی مدد حاصل ہے اِس لیے وہ امریکہ کو منہ توڑ جواب دینے میں کامیاب ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔ انہوں نے پاکستان کے سخت ردعمل پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں بھی امریکہ کے آگے ڈٹ جانے کے لیے اللہ کی مدد درکار ہے لیکن اللہ کی مدد اُس وقت کیسے حاصل ہو سکتی ہے جب تک انفرادی طور پر اور بحیثیت قوم ہم اللہ کے دین کو ملک میں نافذ کرنے کی جدوجہد نہیں کرتے۔ امریکہ کے خلاف چین اور روس کی مدد بھی صرف اُسی صورت میں کارگر ہو سکتی ہے جب ہم صحیح معنوں میں پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنا کر مستحکم کریں گے۔ انہوں نے چیئرمین سینٹ کو خراج تحسین پیش کیا جس نے جرأت سے کام لیتے ہوئے امریکہ کو للکارا کہ اگر اُس نے کسی نوعیت کی جارحیت کا ارتکاب کیا تو پاکستان کو امریکی فوجیوں کا قبرستان بنا دیا جائے گا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

محبوب ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا''، ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ سے اسی قدر بیان فرمایا اور اگر میں آپ ﷺ سے زیادہ پوچھتا تو (امید تھی کہ) آپ زیادہ بیان فرما دیتے۔(بخاری)

یعنی جو چوٹی کے اعمال ہیں ان میں والدین کے ساتھ حسن سلوک بھی شامل ہے اور اس میں یہ تقسیم نہیں ہے کہ والدین صرف مسلمان ہی ہوں تو تب حسن سلوک کے حقدار ہوں گے۔نہیں! بلکہ اگر مشرک ہوں تو تب بھی ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آکر دریافت کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا مستحق کون ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تیری ماں''، اس نے پھر پوچھا: اس کے بعد کون؟ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تیری ماں''۔اس نے پھر پوچھا تو ارشاد فرمایا: ''تیری ماں'' تین دفعہ آپ ﷺ نے یہی جواب دیا اور چوتھی دفعہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا: ''تیرا باپ''۔(بخاری، مسلم)

یعنی والدین کا حق سب سے مقدم ہے اور والدین میں سے بھی ماں کا حق باپ کے حق سے تین گنا زیادہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی نے آکر میدان جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی تو سرور عالم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے ماں باپ زندہ ہیں۔اس نے جواب دیا: جی ہاں۔اس پر ارشاد ہوا کہ جاؤ اور انہیں کی خدمت میں لگے رہو۔(بخاری)

معاویہ بن جاہمہ ؓ سے روایت ہے کہ میرے والد جاہمہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے اور میں آپ ﷺ سے اس بارے میں مشورہ لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''کیا تمہاری ماں ہے''۔انہوں نے عرض کیا: ہاں ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر انہی کے پاس جاؤ اور انہی کی خدمت میں رہو، ان کی قدموں میں تمہاری جنت ہے''۔(مسند احمد، سنن نسائی)

حقوقِ والدین کے حوالے سے اس کے علاوہ بھی بے شمار احادیث ہیں جو اس آیت کی تشریح کرتی ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ والدین کا حق کتنا زیادہ ہے۔اولاد جتنی بھی اپنے والدین سے خیر خواہی کرے مگر ان کا جو حق ہے اس کو مکمل طور پر ادا نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ہر ممکن کوشش کے بعد بھی اللہ سے ان کے حق میں دعا گو رہنا چاہیے کہ وہ اپنے خاص فضل اور رحمت سے انہیں نواز دے۔

﴿رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۚ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا ﴿٢٥﴾﴾

''تمہارا رب خوب واقف ہے اس سے جو تمہارے دلوں میں ہے۔اگر تم واقعی نیک ہو گے تو وہ (اپنی طرف) رجوع کرنے والوں کے لیے بڑا بخشنے والا ہے۔''

اس آیت میں ایک امکان کی طرف اشارہ ہے کہ بعض اوقات والدین بڑھاپے کی اس حد کو پہنچ جاتے ہیں کہ وہ ایسی ضد کرنے لگتے ہیں کہ جس کو پورا کرنا ممکن نہیں ہوتا۔کیونکہ اگر ان کی بات مان لیں تو ان کا نقصان بھی ہو سکتا ہے۔وہ جو کہا جاتا ہے کہ بچہ اور بوڑھا برابر ہو جاتا ہے۔لہٰذا اس امکان کے تناظر میں اللہ تعالیٰ نے یہاں راہنمائی فرما دی کہ ایسی صورت میں اللہ اولاد کی نیت سے خوب واقف ہے۔اگر اولاد والدین کی خدمت کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے اور والدین کوئی ایسی ضد کر بیٹھتے ہیں جس کو پورا کرنا خود ان کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے یا اس کو پورا کرنا ناممکن ہو تو ایسی صورت میں اللہ اولاد کو رعایت دے رہا ہے کہ اگر کوئی کمی رہ جائے تو اللہ ان کو معاف کر دے گا۔لیکن اس کے باوجود بھی اللہ کے حضور میں استغفار کرنا چاہیے کہ یہ کام جو والدین نے مجھ سے کہا تھا میں نہیں کر سکا لیکن تو جانتا ہے کہ میری بساط میں نہیں ہے اور ان کی مصلحت میں بھی نہیں ہے تو اللہ سب جانتا ہے اور وہ بخشنے والا ہے۔

چنانچہ اسلامی معاشرے کے بنیادی خدوخال میں اول مقام توحید کا ہے کہ بندگی صرف ایک اللہ کی کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کیا جائے۔اس کے بعد اسلامی معاشرے کی بنیاد میں اہم ترین چیز والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ہے۔یہ دو وہ بنیادی شرائط ہیں جن کا پورا کرنا ایک صالح معاشرے کے قیام کے لیے از حد ضروری ہے۔لیکن آج جس معاشرے کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ وہ بہت زیادہ متمدن ہے۔دنیا کی نظر سے دیکھنے والے جسے جنت کہتے ہیں اور ہر کوئی خواب دیکھتا ہے کہ کینیڈا یا امریکہ جانے کا موقع مل جائے۔الا ماشاء اللہ۔ماڈرن تہذیب سے متاثر کچھ لوگ تو بھاگ بھاگ کر جاتے ہیں۔لیکن وہاں والدین کا کیا حال ہے؟ آنکھوں دیکھا حال لوگ بتاتے ہیں کہ والدین بوڑھے ہو کر ہسپتالوں یا اولڈ ہاؤسز میں پڑے ہوتے ہیں اور اولاد ان کی خبر تک لینے نہیں جاتی۔صرف دو کمیونیٹیز وہاں ایسی نظر آتی ہیں جو بوڑھوں کی خیریت معلوم کرنے ہسپتالوں میں جاتی ہیں، ایک مسلمان اور دوسرے یہودی۔ دونوں کی پوری پوری فیملیز بوڑھوں کی عیادت کرتی نظر آتی ہیں۔باقی کسی کو کوئی پروا نہیں۔جدید دنیا کے نزدیک والدین کے ساتھ حسن سلوک کی ایک ہی شکل ہے کہ بس ان کو اولڈ ہومز میں بھیج دیا جائے۔ان کے نزدیک یہ تمدن کی انتہا ہے یا تہذیب کا کلائمکس۔والدین انتظار کر رہے ہوتے ہیں کہ کب اولاد ملنے آئے گی۔پہلے سال میں ایک دفعہ کرسمس کے موقع پر والدین کو اس کی اُمید ہوتی تھی لیکن اب وہ بھی ختم ہو گئی کیونکہ کرسمس پر بھی اولاد کی طرف سے اب کرسمس کارڈ ہی ملتا ہے۔بندہ خود جائزہ لے کہ ایک طرف قرآن کی تعلیمات ہیں اور دوسری طرف تمدن کا ارتقاء ہے جس کو جدید دنیا تہذیب کا کلائمکس کہتی ہے، دونوں میں کتنا فرق ہے؟ اسلام نے جو نظام دیا وہ فطرت کے کتنے قریب ہے اور اس کے مثبت اثرات آج تک بھی دنیا میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں جبکہ دوسری طرف شیطانی نظام کی جڑیں جس معاشرے میں بھی پھیلی ہیں وہاں اس کے منفی اثرات بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔پاکستان میں بھی کئی والدین ہیں جو راہ دیکھتے دیکھتے تنہائی کا شکار ہو چکے۔ایک بیٹا انگلینڈ میں ہے، دوسرا آسٹریلیا میں ہے، بیٹی امریکہ میں ہے اور بوڑھے والدین بیٹھے انتظار کر رہے ہیں کہ شاید سال میں ایک مرتبہ آ جائیں۔یہ اذیت والی زندگی ہے لیکن اسی کو ہم ترقی، روشن خیالی اور شاید اب مہذب ہونے کا بھی لازمی تقاضا سمجھتے ہیں۔جبکہ قرآن کی تعلیمات یہ ہیں کہ والدین کے ساتھ جس قدر بھی حسن سلوک کیا جائے پھر بھی اولاد یہی سمجھے کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔پھر بھی اللہ سے دعا کرتی رہے کہ یا اللہ! میں تو ان کی قربانیوں کا ثمر انہیں دے نہیں سکا، تو سب کا رب ہے، تو ہی ان پر مہربان ہو جا۔جس طرح انہوں نے ہم پر رحم کیا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کی ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

ادارہ ''ندائے خلافت'' کی جانب سے قارئین کو

عید الاضحیٰ مبارک ہو!

قارئین نوٹ فرما لیں کہ تعطیلات کی وجہ سے ادارہ کے دفاتر بند رہیں گے۔بنا بریں ''ندائے خلافت'' کا اگلا شمارہ شائع نہیں ہوگا۔

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

نوحہ رُوحِ ابو جہل در حرمِ کعبہ 4

14	ایں مساوات ایں مواخات اعجمی است	خوب می دانم کہ سلمانؓ مزدکی است

یہ مساوات اور یہ بھائی چارہ غیر عرب کا تصور ہے میں (ابوجہل) خوب جانتا ہوں کہ سلمانؓ ایرانی بھی ان ہی نظریات کا حامل ہے۔

15	ابن عبد اللہ فریبش خوردہ است	رُستخیزے بر عرب آوردہ است!

عبداللہ کا بیٹا (ﷺ) اس کا فریب کھایا ہوا ہے اور اپنی تعلیمات سے عرب میں قیامت برپا کر دی ہے

16	عترتِ ہاشم ز خود مہجور گشت	از دو رکعت چشم شاں بے نور گشت

ہاشم کے خاندان والے بھی اپنی (خاندانی وجاہت اور) نسلی برتری کو بھول گئے ہیں (گوروں اور کالوں کے یوں) دو رکعت نماز پڑھنے سے ان کی آنکھیں بے نور ہو گئی ہیں

17	اعجمی را اصل عدنانی کجا ست	گنگ را گفتارِ سحبانی کجا ست

کسی عجمی کو عدنان (جدِّ عرب) کی نسل سے برابری کیسے ہو سکتی ہے کسی گونگے کو سحبان (جیسے فصیح اللسان) کی گفتار کیسے مل سکتی ہے

18	چشم خاصانِ عرب گردیدہ کور	بر نیائی اے زُہیر از خاکِ گور؟

(کیا قیامت ہے کہ) عرب کے نامور لوگوں کی آنکھ بھی اندھی ہو گئی ہے اے (عرب کے نسل پرست زعیم) زُہیر! کیا اب بھی تو قبر کی مٹی سے باہر نہیں آئے گا؟

14۔ اسلام اس کا داعی ہے جبکہ ابوجہل دنیا بھر کے انسانوں کو یکجا کرنے اور برابر سمجھنے کا مخالف ہے اور آج کا مغرب بھی۔ علامہ اقبال نے دورِ غلامی میں ابوجہل کی زبان سے اسلام کی تعلیمات کا تیشہ مغرب پر مارا تھا جو آج بھی اسی طرح کی کاٹ رکھتا ہے۔ اسلام مخالف طبقات کے نزدیک اشرافیہ اور یہود کبھی بھی بلال حبشی، سلمان فارسی، صہیب رومی رضی اللہ عنہم جیسے عام انسانوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔

15۔ عبداللہ کا بیٹا (ﷺ) جو تعلیمات پیش کر رہا ہے وہ تاریخ انسانی کے ایک خاص طبقہ یہود (بنی اسرائیل) اور ان کے زیر اثر ہر علاقے کا اشرافیہ کے نظریات ۔ کہ وہ خدا کے چنے ہوئے لوگ ہیں یعنی بائبل کے الفاظ میں Chosen People of the Lord ہیں اور وہ نسلی طور پر برتر ہیں، مساوات کے اسلامی نظریے سے چونکہ اس خود ساختہ نسلی برتری پر چوٹ پڑتی ہے لہٰذا دنیا بھر کی اشرافیہ اسلام سے ناراض رہتی ہے اور بنی اسرائیل کے نزدیک ہو جاتی ہے اور یہود کے قریب ہو کر معاشی طور پر ترقی کرتی ہے۔

16۔ بنی ہاشم اپنی اور خاندان کی عزت کھو بیٹھے ہیں۔ انھیں بنی اسرائیل کی طرح اپنی عزت کی نگہداشت کرنی چاہیے تھی اور دوسروں پر اپنے بلند مقام اور مرتبے اور اولادِ ابراہیم ہونے کی لاج رکھنی چاہیے تھی۔ آج بنو ہاشم کالوں اور دیگر نیچ ذات کے لوگوں کے ساتھ دو رکعت پڑھنے کے لیے جو ایک ہی صف میں آقا و غلام کھڑے ہو گئے ہیں اس عمل نے خاندانی برتری کے احساس کو کچل کر رکھ دیا ہے۔ اب بنو ہاشم کی آنکھیں گویا بے نور ہو چکی ہیں۔ انھیں اپنا ہی اچھا بُرا نظر نہیں آ رہا۔

17۔ عرب عرب ہے اور عجمی تو بات کرنے کا سلیقہ ہی نہیں رکھتا۔ عجمی عجمی ہی رہے گا۔ عرب کی خاندانی وجاہت اور خاندانی برتری کا احساس ہی دنیا میں اس کے بلند مقام کا ضامن ہے۔ اب یہ گونگے ہم عرب کے لوگوں کی برابری اختیار کریں گے۔ اس سے بڑی کیا قیامت ہو سکتی ہے 'سحبان' کی عظمت کو خاک میں ملا دیا ہے اور اس کی رُوح خون کے آنسو رو رہی ہوگی۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ آج کسی افریقی حبشی کو کسی امریکی کے برابر کر دیا جائے یا کسی بنی اسرائیلی کو بھارت کے کسی دلت اور شودر کے برابر کر دیا جائے۔ یہ (حضرت) محمد (ﷺ) کے نزدیک کوئی عزت کا کام ہوگا، ہمارے نزدیک تو یہ اسلاف کی عزت کو بٹہ لگانے والی بات ہے۔

18۔ اس سے بڑی کیا قیامت ہوگی کہ عرب کے نامور لوگ آج ہر کس و ناکس کے برابر کیے جا رہے ہیں اور بنی اسماعیل کی عزت کو یوں سرِ راہ سب کے سامنے تار تار کیا جا رہا ہے۔ آج عرب کے نامور جب یہ خبر سنیں گے تو یقیناً اُن کو اپنی قبر میں بے قراری ہوگی اور ایسی بے قراری کہ ان تعلیمات کی بیخ کنی کے لیے اپنے ہم خیال لوگوں کو لا کر صف آرا کرنا چاہیے اور یقیناً ایسا ہی ہونا چاہیے۔ عرب کے اے نسل پرست زعیم زہیر! کیا تو اب بھی قبر میں چھپا رہے گا اور وہیں کڑھتا رہے گا۔ قبر کی مٹی سے باہر آ ؤ اور اس قیامت کو روکو اور ان نظریاتِ اسلام کی اشاعت کو بند کرو۔ سچ ہے کہ 'اسلام کی اشاعت کو روکو' ورنہ یہ ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔ ابوجہل کے سامنے بھی یہی چیلنج تھا اور آج کی مغربی صہیونی تہذیب کے پشتی بانوں کے سامنے بھی اصل چیلنج یہی 'اسلام' ہے۔ علامہ اقبال نے ابلیس کی زبانی یہی کہلوایا ہے (جو کہ ابوجہل نے کہا ہے اور جو آج کے دانشور کہہ رہے ہیں)۔

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو
جانتا ہے، جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں ، اسلام ہے!

جو لوگ واقعتاً چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام ایک نظام کی حیثیت سے آئے تو وہ قائداعظم کی تقاریر کو سامنے لائیں۔ یعنی قائداعظم کے وہ نظریات جن سے بڑی آسانی سے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اسلامی ریاست چاہتے تھے ان کو عام کیا جائے: ایوب بیگ مرزا

پاکستان کا قیام ایک معجزہ ہے۔ جس نے مغرب کی پوری 400 سال کی محنت پر پانی پھیرا ہے۔ اسی لیے وہ تمام طاقتیں جن کے سامنے اچانک یہ ملک بن کر سامنے آیا، پہلے دن سے ہی یہ چاہتی تھیں کہ کسی طریقے سے اس ملک کو توڑا جائے یا اس ملک کی اساس کو بدل دیا جائے: اوریا مقبول جان

کیا پاکستان اسلام کے نام پر نہیں بنا تھا...؟ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: کیا واقعی پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا؟

اوریا مقبول جان: اگر آپ قیام پاکستان سے دو تین سو سال پہلے کی تاریخ کا جائزہ لیں تو آپ پاکستان کی ہیئت ترکیبی کو بہت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ پاکستان تین سو سال کی علمی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی تہذیب کے بالکل الٹ چیز تخلیق ہوئی ہے۔ تین سو سال پہلے جب یورپ کی یونیورسٹیوں میں ان علوم کا احیاء ہوا جن کو سوشل سائنسز کہا جاتا ہے جیسے پولیٹیکل سائنس، سماجیات، سوشیالوجی اور بشریات وغیرہ تو اس کے بعد مغرب نے دنیا کو علم کی جو بنیاد فراہم کی اس کے دو بنیادی نکات تھے۔ پہلا نکتہ یہ تھا کہ اس دنیا میں اقوام چار بنیادی چیزوں علاقہ، رنگ، نسل اور زبان سے بنتی ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی اور راستہ کسی قوم کو تخلیق کرنے کا نہیں ہے۔ دوسرا نکتہ یہ تھا کہ مذہب کا ریاست کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ انہی دو نکات کی بنیاد پر بعدازاں دنیا میں انقلابات رونما ہوئے اور بڑے بڑے جو سکالرز پیدا ہوئے وہ بھی انہی دو نکات کو لے کر آگے چلے۔ جیسے روسو، والٹیئر وغیرہ جنہوں نے کہا کہ معاشرہ ایک عمرانی معاہدہ ہے جس کی بنیاد پر انسان جو چاہے کرسکتا ہے۔ چنانچہ ان نظریات کی بنیاد پر مغرب نے سب سے پہلے لوگوں کو رنگ، نسل، زبان اور علاقہ کی بنیاد پر تقسیم کرنا شروع کیا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ 1905ء میں انقلابِ روس سے سیکولر انقلابات کا آغاز ہوا اور کہا گیا کہ چونکہ مذہب لڑاتا ہے اس لیے ہم مذہب کو نکالتے ہیں۔ پھر پوری دنیا میں سیکولر حکومتیں بننا شروع ہوگئیں۔ اس کے بعد مغرب نے دو جنگیں لڑیں۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ پر خلافت عثمانیہ کا بھی پورا علاقہ مغرب کے قبضے میں آگیا۔ اسی دوران لیگ آف نیشنز بنائی گئی جس کے تحت فیصلہ ہوا کہ ہم دنیا کو رنگ، زبان، نسل اور علاقہ کی بنیاد پر تقسیم کریں گے۔ اسی لیگ میں 1920ء میں پاسپورٹ کا ڈیزائن پیش کیا گیا، 1924ء میں ویزہ ریگولیشنز آئیں اور 1926ء میں بارڈر سیکورٹی فورسز بن گئیں جس کے بعد پوری دنیا ایک چڑیا گھر کی طرح بن گئی۔ چنانچہ 1920ء سے لے کر 1970ء تک جب یہ دنیا تقسیم ہو رہی تھی، اس دوران ہر قوم پر ایک مطالبہ نافذ کر دیا گیا۔ مصریوں نے کہا کہ ہم فراعنہ کے وارث ہیں لہٰذا ہمیں مصر کے نام پر ایک ملک دے دو، عراقیوں نے کہا ہم بابل اور نینوا کے وارث ہیں لہٰذا ہمیں ہمارا ملک دے دو وغیرہ۔ بنیادی مقصد مسلمانوں کو تقسیم کرنا تھا۔ لیکن جسے مادر وطن کہا جاتا ہے اس سے بودا رشتہ دنیا میں کوئی نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب یہ زمین اناج اگانا بند کر دیتی ہے، پانی نہیں ہوتا، روزگار نہیں ہوتا تو لوگ ہجرت کر جاتے ہیں۔ لہٰذا وطن میں نہ کوئی زلزلے میں رہا، نہ قحط میں رہا اور نہ کسی وباء اور بے روزگاری میں رہا مگر مغربی تعلیم پر وطن کو خدا کی طرح پوجا جانے لگا۔ اسی لیے اقبال نے کہا ؎

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

چنانچہ اسی دوران جب دنیا رنگ، نسل، زبان اور علاقہ کی بنیاد پر تقسیم ہو رہی تھی یہاں برصغیر میں ایک بالکل انتہائی مختلف نعرہ لگا کہ بے شک ہندو اور مسلم کا علاقہ ایک ہے، نسل ایک ہے، زبان ایک ہے لیکن ہم ہندوؤں کے ساتھ نہیں رہ سکتے کیونکہ وہ کلمہ نہیں پڑھتے اور دوسری طرف مختلف زبان، نسل اور علاقہ کے حامل پنجابی، پٹھان، بلوچ اور سندھی ایک ملک کے لیے اس لیے اکٹھے ہوگئے کہ یہ سب کلمہ گو تھے۔ گویا یہ نعرہ رنگ، نسل، زبان اور علاقہ کے مغربی فلسفے پر ایک کاری ضرب تھی۔ یہ بالکل بدر والی کیفیت تھی کہ جس میں مسلمانوں کے مقابلے میں ان کے خونی رشتے تھے، اسی طرح ہم بھی اپنے سگے رشتہ داروں کے سر کاٹ کر پاکستان پہنچے۔ چنانچہ یہ بہت واضح ہے کہ محض کسی سیاسی، معاشی یا معاشرتی وجہ سے اتنی بڑی قربانیاں نہیں دی جاسکتیں۔ قائداعظم نے بڑی پیاری بات کہی تھی کہ: "We are not only religiously different, we are also culturally different." اس کی مثال انہوں نے یہ دی کہ ہم گائے ذبح کر کے کھاتے ہیں جبکہ ہندو گائے کی پوجا کرتے ہیں۔

سوال: کیا ہماری لیڈرشپ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ جب ہم آزاد ہوجائیں گے تو باقاعدہ اسلامی نظام نافذ کریں گے؟

اوریا مقبول جان: آپ مسلم لیگ کی پوری لیڈرشپ کی تمام تقاریر بشمول خطبہ الٰہ آباد نکال کر دیکھ لیں کہیں یہ نہیں کہا گیا کہ پاکستان سیکولر ریاست بنے گا۔ صرف ایک گیارہ اگست کی تقریر ہے جس کو ہمارا سیکولر طبقہ جواز بنا رہا ہے۔ کیونکہ ہمیں ورثے میں تین چیزیں ملی تھیں۔ (1) سیکولر بیوروکریسی، (2) سیکولر فوج اور (3) سیکولر سیاسی ایلیٹ۔ یہ تینوں نہیں چاہتے تھے کہ یہاں اسلام نافذ ہو۔ بلکہ گورنر جنرل ملک غلام محمد نے تو باقاعدہ ایک سیکولر قرارداد مقاصد بھی پیش کی تھی جس کو لوگوں نے اٹھا کر پھینک دیا کہ یہ تم کیا لے کر آگئے ہو؟ گویا اسی وقت یہ بحث شروع ہوگئی تھی کہ قائداعظم ایک سیکولر ملک بنانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ قائداعظم نے جنوری 1948ء میں کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے دوٹوک انداز میں کہا تھا کہ ”کچھ لوگ ہیں کہ جو یہ شرارت کر رہے ہیں کہ ہم شریعہ لاء پر عمل نہیں کریں گے۔ جبکہ شریعت کا قانون آج بھی اسی طرح نافذالعمل ہے جیسے تیرہ سو سال

پہلے تھا‘‘۔اس سے زیادہ کلیئر بات ہو ہی نہیں سکتی ۔اس کے علاوہ عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ قائداعظم کی اپنی ذات پر اسلام نافذ نہیں تھا تو باقی چیزوں پر کیا ہوگا۔سوال یہ ہے کہ کیا لباس سے کسی بندے کا نظریہ دیکھا جاتا ہے؟اگر لباس کو دیکھا جائے تو یہ شلوار قمیص تو سنت نبویؐ میں شامل ہی نہیں ہے۔جس شخص کے نظریات کی بنیاد پر ایک ملک تقسیم ہوا اور دس لاکھ لوگوں نے جانیں دیں، کیا وہ سیکولر ہوسکتا ہے؟ممکن ہی نہیں ہے۔میں کہتا ہوں کہ قائداعظم پکے مسلمان تھے۔پاکستان کے بننے کے بعد قائداعظم نے پہلا محکمہ جو بنایا وہ تھا: Department of Islamic Reconstruction جس کا سربراہ انہوں نے علامہ محمد اسد کو بنایا تھا۔علامہ اسد پہلے یہودی صحافی تھے۔اسلام قبول کرنے کے بعد سعودی عرب میں مقیم رہے۔پھر جب پاکستان بنا تو یہاں آ گئے۔قائداعظم نے اگست 1947ء میں ہی ان کو چار ذمہ داریاں دیں۔(1)مسلمانوں کے لیے اسلامک ایجوکیشن سسٹم بنایا جائے۔(2)اسلامک اکنامک سسٹم ڈیزائن کیا جائے۔(3)اسلامک ویلفیئر سسٹم ڈیزائن کیا جائے۔(4)اسلام کے دستوری اساس کا خاکہ بنایا جائے۔

سوال :جو لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان اسلام کے لیے نہیں بنا تھا،ان کے پاس کیا دلائل ہیں اور ان دلائل میں کتنا وزن ہے؟

ایوب بیگ مرزا :ان دلائل میں کوئی وزن نہیں ہے۔آپ کو معلوم ہے کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی پاکستان کے قیام کے حوالے سے قائداعظم سے اختلاف رکھتے تھے،لیکن قائداعظم کی اسلام اور اسلامی نظام کے ساتھ committment کا اندازہ کیجیے کہ انہوں نے مولانا کو سب سے پہلے دعوت دی کہ آکر اسلامی نظام کے حوالے سے ریڈیو پر لیکچر دیں۔لہٰذا یہ کہنا کہ قائداعظم سیکولر پاکستان چاہتے تھے محض ڈھٹائی کے علاوہ کچھ نہیں۔اصل میں بعض لوگ اپنی ذاتی زندگی میں بالکل مادر پدر آزادی چاہتے ہیں لہٰذا انہیں اسلام کی پابندیاں بہت کھٹکتی ہیں۔اسلام میں کسی کو زبردستی مسلمان بنانا جائز نہیں لیکن جب کوئی مسلمان ہو جاتا ہے تو پھر اس پر بعض پابندیاں عائد ہوتی ہیں، پھر وہ اپنی مرضی کے مطابق زندگی نہیں گزار سکتا بلکہ اس کو اپنے دین کے مطابق زندگی گزارنی پڑے گی۔اس کو اتنی ہی آزادی حاصل ہوگی جتنی دین اسے دے گا۔نبی اکرمﷺ نے مسلمان کے لیے ایک بڑی عمدہ مثال پیش کی ہے کہ ایک مسلمان کی مثال کھونٹے سے بندھے گھوڑے کی طرح ہے۔جتنی رسی ہوگی اس سے زیادہ باہر وہ نہیں جاسکتا،اسی طرح ایک مومن بھی اللہ کی مقرر کردہ حدود سے باہر نہیں جاسکتا۔بعض لوگ یہ چاہتے ہیں کہ یہاں ایک مادر پدر آزاد معاشرہ بن جائے ، ظاہر ہے اسلامی معاشرے میں تو ایسا ہو نہیں سکتا۔

سوال :مسلم لیگ کی لیڈرشپ اگرچہ دیانتدار تھی لیکن اس میں عملی مسلمان نہیں تھے۔کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو عملی مسلمان نہ ہوں ان کے ذہن میں اسلامی نظام کا خاکہ ہوگا؟

ایوب بیگ مرزا :بالکل سیدھی سی بات ہے کہ اس وقت کی فضا اور ماحول ہی یہ تھا کہ پاکستان تو بن ہی اسلامی نظام کے لیے رہا ہے۔جیسے ایک مسجد بن رہی ہو تو سب کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کس لیے بن رہی ہے۔میں ایک بزرگ کا واقعہ بتاتا ہوں۔وہ اپنی بات خود بتاتے ہیں کہ میں ایک ملحدانہ ذہن رکھتا تھا۔اللہ کو بھی اس طرح نہیں مانتا تھا جس طرح لوگ مانتے ہیں۔لیکن جب پاکستان کا اعلان ہوا تو میں اپنے گھر سے دوکان کی طرف جا رہا تھا کہ ایک شخص نظر آیا جو نماز کی کتاب بیچ رہا تھا۔اس وقت میری عمر 40 سال تھی اور مجھے نماز نہیں آتی تھی حالانکہ میں مسلمان تھا اور مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔لہٰذا فوراً میں نے وہ کتاب خرید لی کہ اب تو نماز پڑھنی پڑے گی۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت عام تاثر یہی تھا کہ جب پاکستان بنے گا تو اسلامی نظام رائج ہوگا اور پھر لوگ اسلامی احکام کی پابندی بھی کریں گے۔

اوریا مقبول جان :دراصل تقریباً سو سال کی indoctrination میں ایک ایسی قوم پیدا ہوگئی تھی جو اسلام اور رسول اکرمﷺ سے محبت تو کرتی تھی لیکن چونکہ ماحول ایسا ویسٹرنائز ہو چکا تھا کہ اس کے اعمال ایسے نہیں تھے۔آپ سوچیں کہ ایک شخص اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ مجھے جینے کے لیے اسلامی معیارِ زندگی چاہیے لیکن اس کو وہ معیار میسر نہیں ہے تو وہ اس لیول پر زندگی گزار نہیں سکتا۔کیونکہ ایک اس پر انگریز کا پریشر ہے اور دوسرا معاشرتی پریشر ہے۔یعنی ماحول نے اس کو محدود و محصور کیا ہوا ہے۔جیسے ہی وہ اس محدود ماحول سے باہر نکلتا ہے تو وہ اپنے مطلوبہ معیارِ زندگی کی طرف لوٹتا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ قیامِ پاکستان کی جدوجہد ان جمہوری معیارات پر ہوئی تھی جو ہماری ساڑھے چودہ سو سال کی پریکٹس سے بالکل مختلف تھے۔تب جہاد کا جذبہ تھا لیکن اب جہاد کا جذبہ بھی نہیں تھا بلکہ ہماری قیادت بھی ان لوگوں کے پاس تھی جو صرف جمہوری طرز پر لڑنا جانتے تھے اور جمہوری طرز پر ہی انہوں نے یہ جنگ جیتی۔میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کا قیام ایک معجزہ ہے، کیونکہ اس نے مغرب کی پوری 400 سال کی محنت پر پانی پھیرا ہے۔اسی لیے وہ تمام طاقتیں جن کے سامنے اچانک یہ ملک بن کر سامنے آیا، پہلے دن سے ہی یہ چاہتی تھیں کہ کسی طریقے سے اس ملک کو توڑا جائے یا اس ملک کی اساس کو بدل دیا جائے۔جبکہ اس کے مقابلے میں ایک ملک اسرائیل بنایا گیا تھا۔آپ حیران ہوں گے کہ 1916ء میں جب بالفور ڈیکلریشن آیا تھا تو اس کے الفاظ یہ تھے: Every Jew living in any part of the world is one nation, and they all have the right to go back to their promised land. پھر جب 14 مئی 1948ء کو بن گوریان نے کیبنٹ کے اجلاس میں تقریر کی تھی تو اس میں بھی اس نے بڑے کمال کی بات کہی تھی کہ ہم کوئی ایسی کتاب تدوین نہیں کریں گے جس کی حیثیت ، مرتبہ اور مقام تالمود اور تورات سے بلند ہو۔یعنی اسرائیل کا آئین تورات ہے اور انہوں نے آج تک آئین نہیں بنایا۔آج اسرائیل کو بنے ہوئے 69 سال ہوگئے ہیں۔وہ دنیا کو سب سے زیادہ اسلحہ بیچنے والا ملک بن گیا ہے۔اس نے پچھلے سال امریکہ سے بھی زیادہ اسلحہ بیچا ہے۔اس وقت دنیا کو 85 فیصد ڈرون اسرائیل بیچ رہا ہے۔یعنی وہ بغیر آئین کے survive کر رہا ہے۔جبکہ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم خود اپنے آپ سے ہی مخلص نہیں ہیں۔علامہ اسد جنہیں قائداعظم نے اسلامک ری کنسٹرکشن جیسے اہم کام پر لگایا تھا اور انہوں نے کافی کام کر بھی لیا تھا ، انہیں قائداعظم کی وفات کے بعد اس وقت کے وزیر خارجہ ظفراللہ نے سفیر بنا کر باہر بھیج دیا اور ان کے جانے کے چند دن بعد ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن کے پورے ریکارڈ کو آگ لگا دی گئی ۔ چونکہ ظفراللہ قادیانی تھا اور اس وقت تک یہ وضاحت نہیں ہو پائی تھی کہ قادیانی مسلمان ہیں یا غیر مسلم۔اس لیے علامہ اسد بھی اسلام کے نام پر اس سب سے بڑے بہروپ سے دھوکا کھا گئے ۔وہ اپنی بایوگرافی میں لکھتے ہیں کہ ظفراللہ انتہائی متعصب شخص تھا جس نے میرے ساتھ زیادتی کی۔علامہ اسد کو ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن کے ریکارڈ کے جلائے جانے کا بہت دکھ تھا۔ان کی ایک سفارش بڑی کمال کی تھی کہ جب تک اسلامی نظام تعلیم کا سلیبس ڈیزائن نہ ہو جائے تمام سکول بند کر دیے جائیں تا کہ بچے مغربی طرز تعلیم کے زہرناک اثرات سے بچ جائیں۔لیکن پھر انہیں اقوام متحدہ میں سفیر بنا دیا گیا اور ان کا باس پطرس بخاری کو بنایا گیا۔پطرس بہت بڑا نام ہے لیکن میں یہاں لوگوں کی نیتیں سامنے لانا چاہتا ہوں۔پطرس ان کو نکالنے کی نیت سے روزانہ تنگ کرتا تھا۔علامہ اسد ایک نومسلم خاتون سے

شادی کرنا چاہتے تھے۔ پطرس نے انہیں کہا کہ شادی کے لیے فارن آفس سے اجازت لو اور ساتھ اپنا استعفیٰ بھی لکھ کر دو۔ فارن آفس کے ریکارڈ میں ہے کہ علامہ اسد کو شادی کرنے کی اجازت نہیں دی گئی لہٰذا ان کا استعفیٰ آٹو میٹکلی منظور ہو گیا جس کے بعد وہ غرناطہ چلے گئے۔ وہاں سے پھر انہیں دوبارہ ضیاء الحق کے زمانے میں یہاں اسلامی کانفرنس میں بلایا گیا اور یہاں ایک یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے ساتھ کام کرنے کو کہا گیا۔ لیکن وہ یہاں صرف بیس پچیس دن رہے اور پھر یہاں سے چلے گئے۔ انہوں نے لکھا کہ پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے سب دعوے فراڈ ہیں اور یہ لوگ اسلامی کانفرنس کر کے صرف ملک پر اپنا قبضہ جمانا چاہتے ہیں۔ قائداعظم نے جو دوسرا محکمہ قائم کیا، وہ تھا سٹیٹ بنک آف پاکستان۔ یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر انہوں نے جو آخری تقریر کی تھی اس میں انہوں نے کہا: ''اسٹیٹ بنک مملکت کے لیے ایک ایسا ٹھوس اقتصادی نظام وضع کرے گا جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہوگا۔ میں اشتیاق اور دلچسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی مجلس تحقیق بنکاری کے ایسے طریقے کیسے وضع اور اختیار کرتی ہے جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں''۔

ایوب بیگ مرزا: جیسا کہ اوریا صاحب نے کہا کہ پاکستان کا بن جانا ایک معجزہ تھا۔ میں اس کی دو مثالیں دوں گا۔ 1940ء کی قرارداد میں پاکستان کا نام نہیں تھا، اسے قرارداد لاہور کہا جاتا تھا لیکن اس کے باجود 1947ء میں پاکستان بن گیا۔ درمیان میں کیبنٹ مشن پلان آ گیا لیکن اس میں بھی قدرت کی طرف سے ہوا یہ کہ پنڈت نہرو کے منہ سے ایک جملہ نکل گیا جسے قائداعظم نے pick کر لیا اور کیبنٹ مشن سے ہمیں نجات حاصل ہوگئی۔ بانیٔ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر بیماری سے پہلے اس کا علاج پیدا کرتا ہے۔ پاکستان اسرائیل سے نو ماہ پہلے پیدا ہوا تھا، یعنی اسرائیل جو بحیثیت بیماری دنیا میں آیا اس کا علاج پاکستان کی صورت میں چند ماہ پہلے اس دنیا میں آ گیا۔

اوریا مقبول جان: قائداعظم کی گیارہ اگست کی تقریر کے بارے میں یہ ایک بہت بڑا جھوٹ گھڑا گیا ہے کہ ''قائداعظم نے جب یہ تقریر کی تو اگلے دن بیوروکریسی نے اسے روک لیا اور ڈان کے ایڈیٹر الطاف حسین قائداعظم کے پاس چلے گئے اور ان سے کہا کہ اس کے بارے میں بتائیں ورنہ میں اس کو کل شائع کر دوں گا۔ انہوں نے سیکرٹری انفارمیشن کو کہا کہ اس کو شائع کرنے دو''۔ اب آپ دیکھیں کہ ڈان کی اشاعت کا آغاز 16 اگست کو ہوا تو 12 اگست کے ڈان میں قائداعظم کی تقریر کیسے شائع ہوگئی؟ پہلا جھوٹ تو یہاں پکڑا گیا۔ اس کے بعد اسمبلی کی کارروائی میں یہ تقریر شامل ہوئی۔ آپ اندازہ کریں کہ اسمبلی کی کارروائی تین ماہ بعد چھپی ہے۔ چنانچہ اس میں بھی ردوبدل ہوئی۔ جبکہ یہ تقریر اصل حالت میں ایک اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ اور ایک دوسرے ہندو اخبار میں شائع ہوئی ہے۔ اس کا ایک پیج میرے پاس ہے دوسرا نہیں مل سکا۔ لیکن جو پیج میرے پاس موجود ہے اس میں یہ الفاظ ہی نہیں ہیں۔ اس وقت ریڈیو پاکستان کا ہیڈ کوارٹر دہلی میں تھا وہاں بھی اس تقریر کی آڈیو ریکارڈنگ موجود تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس تقریر میں بہت بڑی سازش کے تحت تحریف ہوئی۔ ابھی حال ہی میں ایک برطانوی نژاد پاکستانی ریسرچر سلینہ کریم نے ایک کتاب لکھی ہے ''سیکولر جناح اور پاکستان''۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جب میں نے جسٹس منیر رپورٹ میں قائداعظم کے رائٹرز کو دیے گئے انٹرویو میں ''ویسٹرن ڈیموکریسی'' کے الفاظ پڑھے تو مجھے سخت حیرانی ہوئی۔ اس وقت میں انگلینڈ میں پڑھ رہی تھی۔ میں رائٹرز کے دفتر گئی اور اوریجنل ٹرانسکرپٹ نکالا اور ٹیپ سنی تو پتا چلا کہ یہ الفاظ تو قائداعظم کے تھے ہی نہیں۔ جسٹس منیر نے خود اپنی طرف سے تین لائنوں کا اضافہ کیا۔ آپ اندازہ کریں کہ اس قدر جھوٹ اور اتنا بددیانت چیف جسٹس اور اس پر غضب یہ کہ سیکولر طبقہ اس رپورٹ کو بہت اہم سمجھتا ہے۔ حالانکہ اس میں قائداعظم کی تقریر کو غلط پیش کیا گیا ہے۔ ایک اور جھوٹ اس نے علماء کے 22 نکات کے حوالے سے بولا کہ مسلمان آپس میں متفق ہی نہیں ہیں۔ جس ملک کی عدلیہ کا چیف جسٹس اتنا جھوٹا ہو اس کا مستقبل کیا ہوگا؟

سوال: ان سب حقائق کے باوجود ایک ہوا چل پڑی ہے کہ پاکستان ایک سیکولر اور لبرل ملک ہے حتیٰ کہ گیارہ اگست کا دن یوم اقلیت کے طور پر منایا جاتا ہے۔ حالانکہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا اس حقیقت کو عام کرنے کے لیے آپ کیا تجاویز دیں گے؟

اوریا مقبول جان: پوری دنیا کی تمام ریاستوں میں دو طرح کی نیشنلٹیز ہوتی ہیں۔ ایک basic نیشنل اور دوسری naturalized۔ دونوں کے حقوق میں تھوڑا سا فرق ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً امریکہ کا پیدائشی شہری امریکہ کا صدر بن سکتا ہے۔ لیکن نیچرلائزڈ شہری نہیں بن سکتا۔ ہنری کسنجر اتنا لائق انسان ہونے کے باوجود امریکہ کا صدر نہیں بن سکا اس لیے کہ وہ امریکہ میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح کا معاملہ برطانیہ کا بھی ہے۔ یعنی equality کہیں بھی نہیں۔ اسی طرح اسلامی ریاست کے اندر بھی equality نہیں ہے اس لیے کہ یہ نظریات کی بنیاد پر بنی ہے۔ ایک کمیونسٹ ریاست کے اندر ایک شخص کمیونسٹ نظریات کا مخالف ہے وہ وہاں کا شہری نہیں بن سکتا۔ لیکن اسلام کمال کا مذہب ہے کہ وہ جب ذمی کو حق دیتا ہے تو اس کے حقوق زیادہ کر دیتا ہے اور ذمہ داریاں کم کر دیتا ہے۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے وسائل نہ ہونے کے برابر تھے، جنگی سازوسامان انتہائی کم تھا۔ ایسے موقع پر دو عیسائی آتے ہیں اور آفر کرتے ہیں کہ ہمارے پاس اسلحہ بھی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ آپؐ کے ساتھ مل کر جنگ کریں۔ لیکن حضور ﷺ نے فرمایا نہیں! ہم تمہاری حفاظت کے لیے ہیں۔ کیونکہ تم ریاست کے لوگ ہیں۔ لہٰذا تم بیٹھو۔ نہ تمہارے اسلحے کی ضرورت ہے اور نہ افرادی قوت کی۔ پاکستان کی ریاست کا بنیادی خاکہ بھی یہی تھا لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہم اپنی ریاست کو مغربی ماڈرن ریاست کے پیمانے سے ناپنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ اس سانچے میں فٹ ہی نہیں ہوتی۔ ایک سو ننانوے ممالک کا خاکہ اگر چکور ہے تو ہم گول ہیں، وہ اگر گول ہیں تو ہم چکور ہیں۔

سوال: اس حوالے سے ہم لوگوں کو کیسے ایجوکیٹ کر سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: اس وقت میڈیا بہت منفی رول ادا کر رہا ہے۔ یعنی ایک گیارہ اگست کی تقریر کے مقابلے میں ایک سو سے زائد تقاریر ایسی ہیں جن سے بڑی آسانی سے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قائداعظم ایک اسلامی ریاست چاہتے تھے۔ لیکن ان کا کوئی ذکر نہیں اور گیارہ اگست کی تقریر کا بہت ذکر ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جو لوگ واقعتاً چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام ایک نظام کی حیثیت سے آئے تو وہ قائداعظم کی ان تقاریر کو سامنے لائیں۔ یعنی ان کے وہ نظریات جن سے بڑی آسانی سے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اسلامی ریاست چاہتے تھے ان کو عام کیا جائے۔

اوریا مقبول جان: بحیثیت مسلمان میرا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ ریاست اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ہے اور اللہ نے قائداعظم کو توفیق دی کہ وہ تخلیق کریں۔ اللہ قائداعظم کے علاوہ کسی اور کو بھی یہ توفیق دے سکتا ہے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

14 اگست پاکستان اور مقبوضہ کشمیر میں غیر معمولی اہتمام سے منایا گیا۔ پاکستان کی سیاسی صورتحال کی تپش اور الجھاؤ پس پردہ جاری ہے۔ سیاسی جماعتیں باہم دگر برسرپیکار ہیں۔ سیاسی کارکن بیان بازیوں جلسوں جلوسوں میں اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ الاپنے میں مصروف ہیں۔ پاکستان میں منایا جانے والا یوم آزادی جھنڈوں، آتش بازیوں، جہازوں کی گھن گرج میں بظاہر یک جہتی اور خوشی کا بھرپور اظہار کر رہا تھا۔ تاہم پس پردہ سرسراتے چیلنجز، انتشار وافتراق چھپائے نہیں چھپ رہا۔ حقیقی اتحاد واتفاق کی ساری چولیں ہلا ڈالنے کے بعد یک جہتی کے مصنوعی مظاہروں سے ملکی بقاء واستحکام، آزادی وخودمختاری کا تحفظ ممکن نہیں۔ آزادی کی قدروقیمت جاننی ہے تو مقبوضہ کشمیر میں جوانوں کو اپنے خون کے عوض پاکستان کے جھنڈے لہراتے دیکھئے۔ یہاں سیکولرازم، لبرل ازم میں نہایا ہوا پاکستان کا یوم آزادی ملاحظہ ہو۔ مخلوط اکٹھ، راگ رنگ اور دوسری جانب مقبوضہ کشمیر کی باپردہ عفت مآب خواتین کی پاکستان سے ایمانی یک جہتی کا اظہار سبز پرچموں کے سائے تلے کا منظر ہے۔ کشمیری نوجوان پاکستان سے محبت کی پاداش میں پٹ رہے ہیں۔ وحشیانہ تشدد کا نشانہ بن رہے ہیں، قیدوبند کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں۔

ہم اپنی آزادی، بھنگڑوں کھیل تماشوں کی نذر کر رہے ہیں۔ تختے الٹ رہے ہیں۔ جیلوں پھانسیوں کی وعیدیں سناتے نہیں تھک رہے۔ خواتین کی پوری ٹیم سیاست دانوں کی باہم دست وگریباں جنگ میں الگ اتری پڑی ہے۔ تہمینہ (شہباز) درانی بچی تھیں...... وہ بھی سیاسی داؤ پیچ کے اس کھیل میں بڑے میاں کو سمجھانے آن اتری ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کے مجاہد بیٹوں، بیٹیوں کے کردار، قربانیاں پاکستان سے توقعات اور محبت کے بہتے زمزمے (جس میں ان کا لہو بھی شامل ہے) ہمارے لئے شرمساری کا سامان ہے۔ بھارت کے ستائے ہوئے مسلمان ہماری طرف امید بھری نظروں سے دیکھیں تو کیونکر!

آزادی کی قدروقیمت بتانے والا دوسرا منظر سرحد پار افغانستان کا ہے جہاں امریکی قابض فوجوں سے برسرپیکار طالبان 16 سال سے اپنے خون میں نہاتے آج بھی پُرعزم ہیں۔ ایک طرف امریکی پٹھو، کٹھ پتلی بدعنوان حکومت اور صلیب تلے تیار کردہ افغان فوج ہے۔ دوسری جانب عزیمت کے کوہ گراں، 49 ممالک کی فوجوں کو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ لینے پر مجبور کر دینے والے طالبان ہیں۔ جو خانہ ساز ہتھیاروں یا قابض فوج سے مال غنیمت میں حاصل کردہ ہتھیاروں سے جنگ لڑتے رہے ہیں۔ افغان طالبان نے امریکی صدر کے نام لکھے حالیہ کھلے خط میں جس ذہانت، بالغ نظری، خارجہ امور میں مہارت کا ثبوت دیا ہے وہ ان کی مومنانہ فراست پر دلیل ہے۔ یہ خط عالمی میڈیا نے بادل نخواستہ ٹکڑوں میں دیا ہے۔ جس میں وہ ٹرمپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: افغانستان میں جنگی صورت حال آپ کے تصور سے بہت زیادہ ابتر ہے۔ مزید امریکی فوج بھیجنا اپنے لیے اپنے ہی ہاتھوں تباہی لانے کے مترادف ہوگا۔ طالبان نے یہ خط عین اس وقت براہ راست ٹرمپ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے جب وہ افغانستان پر امریکی پالیسی کے مستقبل کا جائزہ لے رہے ہیں۔ بہترین سفارتی انگریزی میں لکھے گئے اس طویل خط میں انہوں نے ٹرمپ پر یہ واضح کیا ہے کہ: گزشتہ تجربات کی روشنی میں مزید فوج بھیجنا امریکہ کی فوجی قوت اور معیشت کی مزید تباہی کے سوا کوئی اور نتیجہ نہ دے گا۔ طالبان (جو کٹھ پتلی حکومت کے خلاف پر زور حملے کر رہے ہیں) کے مطابق اب واحد چیز جو انہیں بڑے شہروں پر قبضے سے روک رہی ہے وہ شہری جانوں کے ضیاع کا خوف ہے۔

طالبان ٹرمپ کو (اکساتے ہوئے!) کہتے ہیں: ہم نے یہ دیکھا ہے کہ آپ اپنے پیش روؤں کی غلطیوں کا ادراک رکھتے ہیں اور افغانستان پر نئی حکمت عملی اور ازسرنو سوچ بچار کے لئے پُرعزم ہیں۔ جبکہ کئی جنگ پسند کانگریس کے ممبران اور افغانستان میں جرنیل جنگ کو طول دینے کے لیے آپ پر دباؤ ڈال رہے ہیں۔ وہ اپنے فوجی مفادات اور مراعات کا تحفظ چاہتے ہیں۔ رائٹر، نیوز افغان اور الجزیرہ میں ٹکڑوں میں بکھرا خط امریکہ کے مکمل انخلاء پر اصرار کر رہا ہے۔ خط کے مطابق پچھلی حکومتوں کی یہ تاریخی غلطی تھی کہ اس نے امریکی نوجوانوں کو افغانوں کے ذبیحے کے لیے بھیج دیا۔ تاہم ایک ذمہ دار صدر کی حیثیت سے آپ کو اپنے پیش روؤں کی غلطیوں کا محاکمہ کرنا ہوگا تا کہ آپ افغانستان میں امریکی فوجیوں کو مرنے اور زخمی ہونے سے بچا سکیں۔ یہ واشنگٹن کی طویل ترین فوجی مداخلت ہوگئی ہے۔ ویت نام کے بعد 100 ارب ڈالر سے زائد اخراجات کی بنا پر یہ سب سے مہنگی جنگ بھی رہی ہے۔ امریکی نوجوان افغانستان کے صحراؤں اور پہاڑوں میں مرنے کے لیے پیدا نہیں ہوئے تا کہ وہ چوروں اور بدعنوان افغان کارندوں کی رٹ قائم کرسکیں۔ نہ ہی ان کے والدین اس بات کی تائید کریں گے کہ وہ افغان شہریوں کو قتل کرتے پھریں۔ طالبان نے افغان سیاست دانوں اور جرنیلوں کو بھی مورد الزام ٹھہرایا کہ وہ اپنے ذاتی (معاشی) مفادات کی خاطر جنگ اور غیر ملکی قبضے کو طول دے رہے ہیں۔ مگر آپ کو ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنا ہوگا، کیونکہ بہت سے امریکی اور افغان یکساں طور پر اس مسئلے سے منسلک ہیں۔ ایرک پرنس، بانی بلیک واٹر کی کرائے کے فوجی فراہم کرنے کی پیش کش کو طالبان نے تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اسے سنگین غلطی کے مترادف ٹھہرایا۔ ان کے مطابق اگر یہ جنگ پیشہ ور امریکی اور نیٹو فوجی نہیں جیت سکے تو بدنام زمانہ کنٹریکٹر فرموں اور بدکردار اجرتی قاتلوں پٹھوؤں کے ذریعے یہ کبھی نہیں جیتی جاسکتی۔ اس اثناء میں امریکی سیکرٹری دفاع جیمز میٹس عرف باؤلا کتا (Mad Dog) نے پریس کانفرنس میں کہا کہ سبھی متبادل تجاویز زیرغور ہیں، جس میں فوج کا مکمل انخلا بھی شامل ہے!

دوسری جانب اندرون خانہ امریکہ کو سفید فام نسلی برتری کے علمبرداروں کی جانب سے اٹھا کھڑے کیے ہنگاموں کا بھی سامنا ہے۔ نسلی تعصب بھڑکانے والے ورجینیا کے ایک شہر میں ان کے خلاف احتجاج کرنے والوں کی ریلی پر چڑھ دوڑے۔ 3 افراد مارے گئے، 19 زخمی ہوئے۔ ٹرمپ کی انتخابی مہم کے دوران سفید نسل پرستانہ رجحانات رکھنے والی تنظیموں کے جذبات کو بھڑکا کر ووٹ حاصل کرنے کا انجام کار یہی ہونا تھا۔ دائیں بازو کے گورے جنوبی عیسائی انتہا پسند متعصبین اور نسلی امتیاز کے مخالفین کے مابین خلیج اب کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ ٹرمپ کی صدارت کے معاً بعد ہی سے نسلی تعصب کے جھگڑے چلنے شروع ہوگئے تھے۔ پہلے ایک ماہ کے دوران مبنی برنفرت جرائم کے 1064 واقعات رپورٹ ہوئے۔ ٹرمپ نے ان واقعات سے اغماض برتا ہے۔ کھل کر مذمت کرنے کی

بجائے گول مول بیانات سے گونگلوؤں کی مٹی جھاڑی ہے۔ امریکہ اس وقت اندر کی اس آگ میں سلگ رہا ہے۔ ٹرمپ کے بیشتر مشیر نسلی برتری کے زعماء ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ صورت حال امریکہ کو خود بتدریج خانہ جنگی کی طرف دھکیل رہی ہے۔ شمالی کوریا الگ دھمکانے پر کمربستہ ہے۔ ایسے میں افغانستان امریکہ کے گلے کی ہڈی ہے۔ طالبان نے خط لکھ کر گویا گرم لوہے پر ضرب لگائی ہے۔ امریکہ فیصلہ کرنے چلا ہے...... پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ۔ تاہم جنگ ایک صنعت بن چکی ہے جس سے امریکہ تا جنوبی ایشیا اس خطے کے کئی حلقوں کے کاروباری مفادات منسلک ہو چکے ہیں۔ نہ صرف افغان کٹھ پتلی حکومت اور اس کی فوج، امریکی فوج، بلکہ خود پاکستان بھی جنگی ڈالروں کی کمائی پر پلنے والا ایک جنگ طلب طبقہ پیدا کر چکا ہے۔ داعش کا بہانہ الگ ہر جگہ میسر ہے جس کا نام لے لے کر ڈرا ڈرا کر جنگ کو طوالت دی جائے گی۔

مسلمانوں کے خلاف نفرت کی لہر مغرب میں فیشن بھی بن چکا ہے۔ آسٹریلیا کی سینیٹر پالین بینسن تارکین وطن کی شدید مخالف ہیں۔ انہوں نے تمسخر اڑاتے ہوئے افغان ٹوپی برقع پہن کر سینیٹ کے اجلاس میں شرکت کی۔ قہقہہ بار مجلس میں اپنے تحقیر آمیز جذبات کا اظہار برقعے کی اوٹ سے کیا۔ مسلمانوں کے خلاف یہ جنون مہذب مغرب کی حقیقی تصویر ہے۔ اگرچہ اشک شوئی کو بظاہر مخالفانہ آواز ایسی حرکات کے خلاف اٹھتی ہے۔ لیکن کیا کیجیے کہ آج ہم اپنی شناخت کھو کر غلامانہ خو بو اپنا رہے ہیں۔ مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے۔ !رہی ہماری آزادی تو وہ کچھ یوں ہے کہ:

ہم کو آزادی ملی بھی تو کچھ ایسے ناسکؔ
جیسے کمرے سے کوئی صحن میں پنجرہ رکھ دے

دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی بہاولپور کے رفیق محمد مکرم عباسی کی ساس بیمار ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔

قارئین اور رفقاء واحباب سے ان کی جلد صحت یابی کے لیے دعا کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ
اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً
لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

برائے رابطہ: 0321-4893436

خصوصی مضمون

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید

ایک حالیہ خبر کے مطابق امریکہ نے بین المذاہب رپورٹ میں پاکستان، سعودی عرب، ایران، چین، ترکی اور سوڈان میں مذہبی آزادی پر تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ اس نے اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے کہ ان ملکوں میں مذہبی آزادی کا فقدان ہے۔ پاکستان پر الزام یہ ہے کہ یہ قادیانیوں کے ساتھ رواداری کا مظاہرہ نہیں کر رہا ہے جو کہ ہمارے چارٹر کا حصہ ہے۔ اس پر اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ ؏

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

امریکہ کو اپنے گریبان میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔ ویت نام، عراق، لیبیا اور افغانستان میں مذہبی آزادی ہی نہیں بلکہ انسانی زندگیوں کے ساتھ جو گھناؤنا کھیل کھیلا گیا ہے اس پر اسے کوئی ندامت نہیں۔ افغانستان میں اسلامی حکومت کے دور میں امن تھا۔ لوگوں کو بہترین انصاف مل رہا تھا۔ اس حکومت کے ساتھ وہ کچھ کیا گیا جس کے نتیجے میں وہاں کا امن تہ و بالا ہو گیا۔ امریکہ کا منہ نہیں کہ وہ مذہبی آزادی کی بات کرے۔ وہ اپنے آپ کو دنیا کا چودھری سمجھتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ زبردست کا ٹھینگا سر پر ہوتا ہے۔ وہ جتنی بھی غیر اصولی اور غیر منطقی اور غیر حقیقی بات کرے، آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ آپ دنیا کے کمزور ملکوں میں سے ہیں۔ ہماری کمزوری نے ہم میں غلامانہ ذہنیت پیدا کر دی ہے۔ پاکستان کی حکومت کو بھی چین اور ایران کی طرح اس رپورٹ کو مسترد کر دینا چاہیے۔ دنیا میں انسانی حقوق کو روند ڈالنے والا تو امریکہ خود ہے۔ وہ دوسروں کو نصیحت کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ امریکہ ہم پر قادیانیوں کے حقوق تلف کرنے کا الزام لگاتا ہے جبکہ امریکہ میں مساجد پر حملے ہو رہے ہیں۔ داڑھی والوں کو تشدد کر نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ یہ مذہبی تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ حکومت پاکستان کو جرأت سے کام لیتے ہوئے امریکہ سے کہنا چاہیے کہ وہ دوسروں کے معاملات میں مداخلت بند کرے اور اپنا گھر درست کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی اپنی کمزوریاں بالخصوص کشکولِ گدائی پھیلائے رکھنا، امریکہ کو اس قسم کی بیہودہ باتیں کرنے پر اُکساتی ہیں۔ گو کہ ہم ایٹمی قوت کے حامل ہیں، لیکن ہم اس لیے کمزور ہیں کہ ہمیں بھی معلوم ہے کہ اللہ کی مدد ہمارے ساتھ نہیں کیونکہ ہم اس سے بغاوت کیے بیٹھے ہیں۔ ہم اللہ کے آگے سجدہ ریز ہونے کے لیے تیار نہیں۔ ہمارے نزدیک امریکہ ایک بڑی قوت ہے لہٰذا اسی کے در پر ماتھا ٹیکنے پر مجبور ہیں۔ ہمارے پاس کوئی اور آپشن نہیں۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا تھا کہ ؎

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ہم دوسروں کے سامنے ہزار سجدے کرنے کو تو تیار ہیں لیکن ایک اللہ کو سجدہ کرنے کو تیار نہیں۔

آج کل ایک دوسرا بڑا اہم ایشو چل رہا ہے جو دستور کی دفعہ 62،63 سے متعلق ہے۔ اس کے بارے میں آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ اس حوالے سے چند گزارشات رکھنا چاہوں گا۔ ہماری مذہبی سیاسی جماعتوں کا موقف یہ ہے کہ پاکستان کا دستور اسلامی ہے اور ہم الیکشن کے ذریعے پارلیمان میں دو تہائی اکثریت حاصل کر کے اسلامی نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دستور میں ایسی شقیں بھی موجود ہیں جو اس کی اسلامی شقوں کو غیر موثر کر دیتی ہیں۔ بعض شقیں تو واضح طور پر خلاف اسلام ہیں۔ لیکن پتہ نہیں کیا سیاسی مصلحت ہے کہ مذہبی سیاسی جماعتیں اسے اسلامی دستور قرار دیتی ہیں۔ اب اس کی دفعات 62،63 کے حوالے سے کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ یہ دفعات ختم نہیں ہونی چاہئیں۔ سوال یہ ہے کہ ان دفعات کی موجودگی میں کیا ملک میں اسلام ہے؟ اگر یہ جان بھی لیا جائے کہ ہمارا دستور اسلامی ہے تو بتایا جائے کہ ملک میں اسلام کہاں ہے؟ ایک موقع پر میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو جتنا اسلام حاصل ہے، ہمیں اتنا بھی حاصل نہیں۔ لہٰذا دفعہ 62،63 کے چکر میں پڑنے کی بجائے اسے حقیقی اسلامی دستور بنائیں۔ ایک زمانے میں مسلم لیگ کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ تب میاں نواز شریف کو سامنے لایا گیا تھا۔ بانیٔ تنظیم نے خاصی بھاگ دوڑ بھی کی۔ ان کی جدوجہد کے نتیجے میں مسلم لیگ دوبارہ زندہ ہوئی۔ الیکشن میں اسے دو تہائی اکثریت حاصل ہوئی۔ بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر

اسرار احمدؒ نے اپنے خطاب جمعہ میں اسی ایشو پر گفتگو کی تھی کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا لیکن بدقسمتی سے یہاں اسلام نہیں آیا کیونکہ ہمارے دستور میں کچھ خامیاں ہیں گو کہ اسے اسلامی دستور قرار دیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ میاں نواز شریف کو اتنی اکثریت حاصل ہے کہ وہ دستور میں ترمیم کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کچھ ترامیم تجویز بھی کی تھیں اور ان سے کہا تھا کہ اگر انہوں نے یہ ترامیم اسمبلی سے منظور کروالیں تو یہ حقیقی معنوں میں ایک اسلامی ریاست کا دستور بن جائے گا۔ انہوں نے دوسری بات یہ کہی تھی کہ سود کا فوری طور پر خاتمہ کیا جائے۔ اس خطاب کا کیسٹ انہوں نے میاں محمد شریف مرحوم کو بھیج دیا تھا اور ایک خط بھی ساتھ بھیج دیا تھا جس میں گزارش کی گئی تھی کہ اب جبکہ آپ کے صاحبزادگان کو اتنی بڑی کامیابی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اور وہ اس پوزیشن میں آگئے ہیں کہ ملک کی تقدیر بدل سکیں۔ انہوں نے اپنے خط میں چند مشورے بھی دیئے تھے اور کہا تھا کہ آپ یہ تقریر سن لیں اور میری بات اپنے صاحبزادگان تک پہنچادیں۔ اسی کے نتیجے میں میاں محمد شریف مرحوم اپنے تینوں صاحبزادگان کے ہمراہ قرآن اکیڈمی لاہور میں ڈاکٹر صاحبؒ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے۔ اس ملاقات میں میاں محمد شریف مرحوم نے کہا تھا کہ آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ ہمیں زبانی بتادیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے اس موقع پر یہ بات کہی تھی کہ اس دستور میں جو خلا ہیں ان کا ازالہ کرتے ہوئے اس کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی ریاست کا دستور بنایا جائے اور آپ لوگ اس پوزیشن میں ہیں کہ اپنی پارٹی کے بل پر یہ کام کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بہترین موقع فراہم فرمایا ہے۔ دوسری بات یہ کہ سود سے فوری طور پر نجات حاصل کریں کیونکہ جب تک ہم سود کی موجودگی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ حالت جنگ میں رہیں گے تب تک کسی خیر کی کوئی توقع نہیں کی جاسکتی۔ بحالت موجودہ ہمیں اللہ کی نصرت و رحمت کیسے حاصل ہوسکتی ہے؟ بڑے میاں صاحب نے وعدہ کیا کہ چھ مہینے ہی میں ہم ان شاء اللہ سود کو ختم کر دیں گے۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے دستور میں موجود خلاؤں کی جو نشاندہی کی تھی۔ انہوں نے مجوزہ ترامیم میاں نواز شریف کو تحریری طور پر دے دی تھیں۔ اس وقت چونکہ دستور کی بحث چھڑی ہوئی ہے لہٰذا میں ان کو قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

''الحمدللہ کہ ہمارے دستور میں قرارداد مقاصد دفعہ 2(الف) کی صورت میں موجود ہے جو اصولی اعتبار سے اسلامی ریاست کے پورے بنیادی فلسفے کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ (قرارداد مقاصد میں یہ بات کہی گئی تھی کہ اس ملک میں اصل حاکمیت اللہ کی ہوگی۔ جمہوریت میں حاکمیت جمہور یعنی عوام کی ہوتی ہے۔ لیکن پاکستان میں کنٹرولڈ جمہوریت ہے۔ قرارداد مقاصد کے مطابق حاکم اعلیٰ اللہ ہے البتہ نچلی سطح پر جہاں حرام وحلال کا مسئلہ نہیں ہے وہاں اپنی اکثریت کی رائے سے کوئی بھی سسٹم بنا سکتے ہیں۔) یہ قرارداد دستور میں موجود تو ہے لیکن غیر موثر ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس قرارداد کو پورے دستور پر حاوی کر دیا جائے اور یہ قرار دیا جائے کہ سارے دستور پر یہ دفعہ 2(الف) حاوی ہے۔ باقی ساری چیزیں اس کی تشریح کی روشنی میں سمجھی جائیں گی۔ جو چیز اس کو contradict کرے وہ خود بخود nullify ہو جائے گی۔ (ایسا ہو بھی چکا ہے کہ ہماری عدالت نے جو فیصلہ دیا تھا وہ بہت خطرناک تھا۔ حاکم علی کیس میں جب اس کے سامنے یہ معاملہ لایا گیا کہ یہاں قرارداد مقاصد کے مطابق اللہ کی حاکمیت ہے جو صدر مملکت کو یہ اختیار نہیں دیتی کہ وہ عدالت کے سزائے موت کے فیصلے کے بعد قاتل کو معاف کر سکیں۔ فیصلہ یہ دیا گیا کہ دستور کی ساری شقیں اپنی جگہ آزاد حیثیت رکھتی ہیں۔ کوئی شق کسی دوسرے شق کے تابع نہیں ہے۔ چونکہ دستور کی شق 45 میں صدر کا یہ اختیار تفویض کر دیا گیا ہے لہٰذا انہیں یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ قاتل کی سزا کو معاف کر دیں۔ یہ فیصلہ اس وقت کے چیف جسٹس سید نسیم حسن شاہ مرحوم نے دیا تھا)۔ دوسری ترمیم ڈاکٹر صاحب نے یہ تجویز کی تھی کہ دفعہ 227 کو اس تشریح کے اضافے کے ساتھ کہ قرآن وسنت کو پاکستان کے اعلیٰ ترین قانون کی حیثیت حاصل ہوگی اس کو دفعہ 2(ب) کی حیثیت سے قرارداد مقاصد کے ساتھ ملحق کر دیا جائے تاکہ وہ موثر ہوسکے۔ دفعہ 45 جس میں صدر مملکت کو سزائے موت کی معافی کا اختیار دیا گیا ہے، اس میں یہ صراحت کی جائے کہ اس دفعہ کے تحت حاصل شدہ اختیار کو شرعی حدود کے ضمن میں شریعت اپیلیٹ بینچ یا سپریم کورٹ کے فیصلوں میں کسی کمی یا تبدیلی کے لیے استعمال نہیں کیا سکتا۔ فیڈرل شریعت کورٹ یا سپریم کورٹ کے شرعی اپیلیٹ بینچ کے سلسلے میں ضروری ہے کہ ان کے جج صاحبان کی شرائط ملازمت کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے جج صاحبان کے مساوی بنایا جائے۔ فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ کے اپیلیٹ بینچ میں جید علماء کی معتدبہ تعداد کی شمولیت لازمی بنائی جائے۔ (چونکہ شریعت کورٹ اور اپیلیٹ بینچ میں بھی وہ جج بٹھائے ہوتے ہیں جنہیں دین کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ اسے ایک مذاق ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔) آخری تجویز یہ دی گئی تھی کہ فیڈرل شریعت کورٹ کے قیام کے بعد اب اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل کیا جائے۔ (اسلامی نظریاتی کونسل نے تمام ملکی قوانین کا جائزہ لے کر اس پر جو ہوم ورک کر رکھا ہے کہ فلاں فلاں قوانین غیر اسلامی ہیں اور ان کے متبادل قوانین یہ ہوسکتے ہیں، اس پروسس کو آگے بڑھایا جائے اور وفاقی شرعی عدالت اس کام کو آگے بڑھائے تاکہ ملک میں اسلامائزیشن کا پروسس باقاعدہ شروع کیا جاسکے۔ یہ پانچ ترامیم ہماری جانب سے حکومت کو تجویز کی گئی تھیں لیکن اس معاملے میں کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ چونکہ اس وقت بحث چل رہی ہے لہٰذا میں نے اس کا ذکر کر دیا کہ دستور پاکستان میں اس قدر خلاء ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کے ستر سال بعد بھی اسلامی نظام کے نفاذ میں ایک فیصد بھی پیشرفت نہیں ہوسکی ہے گو کہ موجودہ دستور 1973ء میں منظور ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہماری دینی جماعتوں کو بھی توفیق عنایت فرمائے کہ وہ اصل ایشوز کا ادراک بھی کریں۔ یہ تو معلوم ہو کہ ریاست کے مسائل کیا ہیں۔ اس کے بعد وہ صحیح سمت میں اقدامات کریں تاکہ ملک میں اسلام کی جانب پیش رفت ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں ہم سب کو آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

دعائے مغفرت

إِنَّا لِلَّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ حلقہ ملاکنڈ، منفرد اسرہ اوچ کے رفیق لیاقت علی کی والدہ وفات پاگئیں

برائے تعزیت: 0310-1471515

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، ملتان غربی کے نقیب اسرہ حامد رضا انصاری کے والد محترم وفات پاگئے

برائے تعزیت: 0313-6045550

☆ حلقہ لاہور شرقی کی مقامی تنظیم داروغہ والا کے مبتدی رفیق کفایت حسین کے والد محترم وفات پاگئے

برائے تعزیت: 0300-8136784

☆ ملتان کینٹ کے رفیق عامر رشید کی پھوپھی وفات پاگئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

بار بار حج کرنے والوں کے نام

محمد ایاز

ندائے خلافت شمارہ نمبر 28 (18 تا 24 جولائی) میں مندرجہ بالا عنوان ہی سے ایک مضمون شائع کیا گیا جس میں بار بار حج کرنے والوں کی بعض برائیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، مثلاً والدین کی اجازت کے بغیر حج کے لیے نکلنا، یا دکھاوے اور شہرت پسندی کے لیے حج کرنا یا مال حرام سے حج کرنا وغیرہ۔ پہلی صورت، یعنی والدین کی اجازت کو الگ کرتے ہوئے سوچیں تو دیگر تمام عیوب پہلی دفعہ حج کرنے والوں کے لیے بھی ممنوع ہیں یعنی حج فرض ہو یا نفل، مال حرام سے کیا جائے یا ریاکاری اور دکھاوے کے لیے کیا جائے تو بہر صورت ناجائز اور قابلِ ملامت ہی ہے۔ ایسی صورت میں عنوان ''بار بار حج کرنے والوں کے نام'' کی بجائے ''حج کرنے والوں کے نام ہونا چاہیے'' تھا۔ موجودہ عنوان میں ''بار بار'' کے تذکرے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک ہی حج کرنا چاہیے اور بار بار حج کرنا بذاتہ کوئی غلط عمل ہے۔ مذکورہ مضمون میں مثبت طور سے تکرار حج کا تذکرہ سرے سے کیا ہی نہیں گیا ہے، حالانکہ اصل معاملہ تو یہ ہے کہ تعددِ حج پر آپ ﷺ کے ارشادات خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ ذیل میں ان ارشادات کی روشنی میں بار بار حج کرنے کی اہمیت پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، بے شک وہ بندہ جس کو میں نے صحت دے دی اور اس کو مالی فراخی سے نوازا (پھر) اس پر پانچ سال گزر جائیں اور وہ میری طرف کوچ نہ کرے (حج نہ کرے) وہ محروم ہے (صحیح ابن حبان والسنن الکبریٰ للبیہقی)۔ تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ یہی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ ملا علی قاریؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حج کرنے کی استطاعت رکھنے والے کو چاہئے کہ پانچ سال میں ایک بار حج کرنا نہ چھوڑے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حج اور عمرہ بار بار کیا کرو بے شک یہ دونوں غربت اور گناہوں کو دور کر دیتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور حج مقبول کا سوائے جنت کے کوئی بدلہ نہیں۔ (جامع ترمذی) یہی روایت حضرت ابن عباس، حضرت عمر فاروق، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر اور حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی مروی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں تو آپ علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ ''اے لوگو! حج اور عمرے کو لازم پکڑو اور یہ دونوں بار بار کیا کرو بے شک یہ دونوں گناہوں کو اس طرح دھوتے ہیں جیسے پانی کپڑے پر سے میل کو دھوتا ہے اور غربت کو ایسے مٹاتے ہیں جیسے آگ لوہے کے زنگ کو'' (مسند زید)۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں تابعوا بین الحج والعمرۃ کی بجائے ادیموا الحج والعمرۃ کے الفاظ آئے ہیں کہ حج اور عمرہ پر مداومت اختیار کرو۔

فیض القدیر میں علامہ مناویؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ جب تم حج کر لو تو پھر عمرہ کرو، اور جب عمرہ کر لو تو پھر حج کرو (یعنی ایک کے بعد ایک عبادت کرتے رہو)۔ اسی شرح میں علامہ محب الطبریؒ اس کی وضاحت فرماتے ہوئے کہتے ہیں حدیث میں موجود الفاظ جس تتابع (یعنی پے در پے کرنا) کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اس سے وہ تتابع بھی مراد لیا جا سکتا ہے جو قرآن میں فصیام شہرین متتابعین (سورۃ النساء:92) (ترجمہ: تو پے در پے دو مہینے کے روزے رکھنا) کے الفاظ سے مراد ہے۔ یعنی ایک کے بعد ایک بلا فصل آئے اور یہ ظاہرِ لفظ سے مراد ہے اور اسی طرح اگر حج اور عمرہ اس طرح ایک کے بعد ایک کیا جائے کہ ان کے درمیان زمانی اعتبار سے وقفہ آئے تب بھی اس کو عرفاً تتابع ہی کہا جائے گا۔

اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ بار بار حج کرنا فرض ہے، بلکہ حج زندگی میں ایک بار فرض ہے اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں خطبہ دے کر ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ (لہٰذا) تم حج کرو۔ ایک آدمی نے کہا کیا ہر سال اے اللہ کے رسول ﷺ؟ آپ ﷺ خاموش ہو گئے اس نے تین بار سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہتا تو (ہر سال حج) تم پر واجب ہو جاتا اور تم اس کی استطاعت نہ رکھتے۔ (صحیح مسلم، سنن نسائی و مسند احمد)

یہی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کی ہے، جس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جو زیادہ (حج) کرے وہ نفل ہے (سنن نسائی و مسند احمد)۔ یہی وجہ ہے کہ اجماعِ علماء سے ایک بار حج کرنا فرض ہے اور اس سے زیادہ نفل۔

اس طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن تمام اعمال میں سب سے پہلے نماز کے متعلق سوال ہوگا تو ہمارا پروردگار فرشتوں سے فرمائے گا، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے، دیکھو! میرے بندہ کی نماز کامل ہے یا ناقص؟ اگر وہ کامل ہوگی تو کامل ہی لکھ دی جائے گی۔ (یعنی اس کا ثواب پورا لکھا جائے گا) اگر اس میں کچھ کمی رہ گئی ہوگی تو اللہ فرشتوں سے فرمائے گا دیکھو میرے بندے کے پاس نفل بھی ہے؟ اگر نفل ہوں گے تو اللہ فرمائے گا میرے بندے کے فرائض کی کمی اس کے نوافل سے پوری کر دو۔ (ایک روایت میں ہے پھر اس طرح زکوٰۃ کا حساب لیا جائے گا) اور پھر تمام اعمال کا اس طرح حساب لیا جائے گا۔ (یعنی فرض کی کوتاہی کو نفل سے پورا کیا جائے گا)۔ (ابوداؤد)

مذکورہ حدیث سے پتا چلتا ہے، کہ حج سمیت کوئی بھی نفل عبادت بندہ کی جہنم سے نجات میں بڑی اہمیت کی حامل ہے اس لیے اسے حقیر یا کمتر نہیں سمجھنا چاہیے۔ جہاں تک ہو سکے ان کی ادائیگی کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ اور حج کا تو معاملہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے لیے اس شان کے ساتھ حج کیا کہ نہ کوئی فحش بات ہوئی اور نہ کوئی گناہ تو وہ اس دن کی طرح واپس ہوگا جیسے اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (صحیح بخاری) جب اللہ عزوجل کی شانِ عطا یہ ہو تو ہم میں سے کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ فرائض رب ذوالجلال کی مرضی کے شایانِ شان ادا کر سکتا ہے؟ ایسی ہی کوتاہیوں کی تلافی کے لیے نوافل کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا ہمیں ترک نوافل کے لیے بہانے ڈھونڈنے کی بجائے اس کی زیادہ سے زیادہ ترغیب دینی چاہیے۔ ☆☆☆

اعتذار

شمارہ نمبر 33 میں ''قربانی کے فضائل و مسائل'' میں صفحہ 15 کے آخر میں ایک دعا کا ذکر ہے۔ اس میں غلطی سے لفظ تَقَبَّلْتَ کی جگہ تَقَبَّلْتُ شائع ہوا۔ صحیح دعا اس طرح ہے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَخَلِيْلِكَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کا دورہ حلقہ گوجرانوالہ

6 اگست 2017ء کو امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے ساتھ نائب ناظم اعلیٰ وسطی زون محترم ڈاکٹر عبدالسمیع مرکز تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ تشریف لائے۔

اجتماع کا آغاز صبح ساڑھے نو بجے ہوا۔ ناظم حلقہ شاہد رضا نے سورۃ الفتح کی آخری آیات تلاوت کیں اور پھر رفقاء کے سامنے دورہ کا مقصد بیان کیا۔ ناظم حلقہ نے حلقہ کا مختصر سا جائزہ مقامی تنا ظیم ومنفرد اُسرہ جات اور رفقاء کی تعداد کے حوالے سے پیش کیا۔ ذمہ داران کا تعارف بھی کروایا گیا۔ امراء مقامی تنا ظیم نے اپنے ذیلی اسروں کے نقباء اور دوران سال نئے شامل ہونے والے رفقاء کا تعارف کروایا۔ امیر محترم نے گجرات اور گوجرانوالہ کے رفقاء کی کارکردگی کو سراہا اور ساتھ ساتھ دونوں تنا ظیم کے دعوتی کام کی بھی تعریف کی۔

وقفے کے بعد اگلے مرحلے میں امیر محترم کے انتہائی مختصر کلمات کے بعد سوال جواب کی نشست شروع ہوئی۔

پاکستان کی سیاست، تنظیمی پالیسی، بین الاقوامی حالات، مشرق وسطیٰ کی صورت حال، غرضیکہ تمام امور پر سوالات کیے گئے۔ امیر محترم نے اپنی بصیرت کے مطابق تمام سوالوں کے تسلی بخش جوابات دیئے۔ اس کے بعد رفیق تنظیم نارووال محترم ڈاکٹر شفیق بیگ نے کلام اقبال سنا کر لہو کو مزید گرما دیا۔ اس کے بعد بیعت مسنونہ کا اہتمام ہوا جس میں کم از کم 30 رفقاء نے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد امیر محترم نے حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے ذمہ داران سے ملاقات کی۔ جس میں تعارف اور مختصر سوال وجواب کی نشست بھی ہوئی۔

پروگرام کے آخر میں امیر محترم نے حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کی لائبریری میں دنیا نیوز کے نمائندہ محترم محمد شفیق اور اس کی ٹیم کے ساتھ ملاقات کی جنہوں نے پاکستان کی سیاست اور تنظیم کی پالیسی کے بارے سوالات کیے جن کے امیر محترم نے تسلی بخش جوابات دیئے۔ اس اجتماع میں 180 رفقاء واحباب نے شرکت کی۔ (رپورٹ: شاہد رضا، ناظم حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن)

حلقہ لاہور غربی وشرقی کا مشترکہ سہ ماہی اجتماع

حلقہ لاہور غربی وشرقی کا مشترکہ سہ ماہی اجتماع 22 جولائی بروز ہفتہ بصورت شب بیداری قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن میں منعقد ہوا۔ رفقاء نے مغرب کی نماز قرآن اکیڈمی میں ادا کی۔ پروگرام کی نقابت کے فرائض حلقہ لاہور غربی کی مقامی تنظیم واپڈا ٹاؤن کے امیر فاروق احمد نے بڑے حسن وخوبی سے ادا کئے۔ پروگرام کا آغاز درس قرآن سے ہوا۔ واپڈا ٹاؤن تنظیم کے رفیق کاشف گیلانی نے بڑے دلنشین، سادہ اور احسن انداز سے سورہ مجادلہ کے دوسرے رکوع کا درس دیا جو کہ نجویٰ کے موضوع پر تھا۔

درس قرآن کے محترم رشید ارشد نے رجوع القرآن کورس کے پارٹ I اور پارٹ II کے داخلوں کے لیے رفقاء کو ذوق وشوق دلایا۔

انہوں نے رفقاء کو توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ فی زمانہ دینی لٹریچر کے حوالہ سے عربی کے بعد دوسری اہم زبان اردو ہے۔ لہٰذا آپ اپنے بچوں کو اردو زبان پڑھنے کی طرف توجہ دلائیے

بعد از نماز عشاء تیسرا پروگرام رمضان المبارک دعوتی کارگزاری کے عنوان سے تھا جو کہ حلقہ لاہور غربی کے ناظم دعوت محمود حماد نے پیش کیا۔ انہوں نے بتایا کہ حلقہ لاہور غربی میں 8 مقامات پر دورہ ترجمہ قرآن کے پروگرام منعقد ہوئے۔ رمضان سے پہلے، دوران رمضان، اور رمضان کے بعد کے عنوان سے انہوں نے حلقہ لاہور غربی کی کارگزاری بیان کی۔ الحمد للہ اس سال رمضان المبارک میں 4 مقامات پر فہم دین کورس کے عنوان سے پروگرام شروع ہوئے۔ انہوں نے رفقاء پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ہماری دعوت کا دائرہ کار الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر گھر سے شروع ہونا چاہیے۔ جہاں تعلق داری ہے اور اختیار ہے، وہاں پر نرمی وشفقت کو بروئے کار لانا چاہئے اور یہیں پر زیادہ سے زیادہ محنت کرنی چاہئے اور آخرت کے حوالے سے جواب دہی کا احساس ہونا چاہیے۔

چوتھے پروگرام میں حافظ زبیر احمد نے حاصل رمضان کے عنوان سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں روزے رکھنے کا حاصل ایک لفظ میں بتایا ہے اور وہ تقویٰ ہے۔

انہوں نے سورۃ آل عمران کی آیات نمبر 134، 135 کے حوالے سے متقی لوگوں کی ابتدائی صفات بیان کیں کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، غصے کو پی جاتے ہیں، لوگوں سے درگزر کرتے ہیں۔

رات کا آخری پروگرام سیرت صحابہؓ کے عنوان سے تھا، مقامی تنظیم چوہنگ کے رفیق قاری محمد رمضان قادری نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حالات وواقعات بڑی خوش اسلوبی اور روانی سے بیان کئے۔ اس کے بعد آرام کے لیے وقفہ کیا گیا۔ صبح تہجد کی نماز کے لیے رفقاء کو اٹھایا گیا۔ بعد نماز فجر محمود حماد نے حدیث مبارکہ ’’آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ’’دین تو بس خیر خواہی کا نام ہے۔‘‘ کا درس دیا۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے پروگرام کے اختتام کا اعلان کیا اور رفقاء اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ تمام رفقاء کی سعی وجہد کو قبول فرما کر ان کے لیے توشۂ آخرت بنادے۔ آمین (رپورٹ: محمد یونس)

☆☆☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر، مقامی تنظیم (اندرون شہر) کے ناظم دعوت اور نقیب اسرہ کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، تعلیم ایم فل، صوم وصلوٰۃ اور شرعی پردہ کی پابند، خلع یافتہ (مگر دوشیزہ) کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ نکاح ثانی کے خواہاں حضرات بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

برائے رابطہ: 0334-9751067

☆ رفیق تنظیم، عمر 27 سال، تعلیم ایم اے (جاری)، ملازمت بیرون ملک کے لیے گریجویٹ، دینی مزاج حامل کی دوشیزہ کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0345-6778219

☆ رفیق تنظیم کی ہمشیرہ، عمر 24 سال، تعلیم گریجویٹ کے لیے تنظیم کے رفیق کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0345-6778219

☆ رفیق تنظیم کی ہمشیرہ، تعلیم ایم اے اکنامکس، عمر 22 سال کے لیے رفیق تنظیم کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0345-6778219

☆ راولپنڈی کی رہائشی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 29 سال، تعلیم ایم اے انگریزی، قد "5.5'، دینی کورس (عالمہ) جاری، پردے اور اسلامی روایات پر سختی سے کاربند کے لیے دینی مزاج کے تعلیم یافتہ برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 051-2299473

☆ فیصل آباد کے آرائیں فیملی سے تعلق رکھنے والے ملتزم رفیق، عمر 24 سال، تعلیم الیکٹریکل انجینئر، برسر روزگار کے لیے دین دار فیملی سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-2141046

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی'' میں

9 تا 15 ستمبر 2017ء

(بروز ہفتہ نماز عصر تا بروز جمعۃ المبارک دوپہر 12 بجے)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ رفقاء اس پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0345-2789591
(021)34816580

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: (042)36316638-36366638

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا خدی خواں ▌ تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

شمارہ ستمبر 2017ء
ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مشمولات

☆ انقلاب ——— ایوب بیگ مرزا

☆ جاں نثارانِ محمد ﷺ و رضی اللہ عنہم

نبی اکرم ﷺ کی امتیازی شانوں میں سے ایک شان ——— ڈاکٹر اسرار احمدؒ

☆ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

ایک برگزیدہ نبی اور رسول ——— ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

☆ اللہ کے دین پر ثابت قدمی کے وسائل ——— محمد بن صالح المنجد

☆ توبہ کی اہمیت اور تاثیر ——— محمد عرفان بٹ

☆ حرمین شریفین میں چند ہفتے ——— پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

☆ تنظیم اسلامی کا پیغام: نظامِ خلافت کا قیام ——— شجاع الدین شیخ

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرونِ ملک) 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

''قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی'' میں

15 تا 17 ستمبر 2017ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

امراء ونقباء تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ امراء ونقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0345-2789591
021-34816580-81

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: (042)36316638-36366638

- قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟
- قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی کا فلسفہ کیا ہے؟
- عیدالاضحیٰ اور قربانی میں باہم چولی دامن کا ساتھ کیوں ہے؟
- حج کے موقع پر منیٰ میں کی جانے والی قربانی اور اس موقع پر پوری دنیا میں کی جانے والی قربانی میں کیا ربط وتعلق ہے؟

ان سوالات کی وضاحت کے لیے مطالعہ کیجئے:

عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

اور

حج اور عیدالاضحیٰ اور اُن کی اصل روح

قرآن حکیم کے آئینے میں

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کی ایک تقریر اور ایک تحریر پر مشتمل مختصر مگر جامع کتابچہ

☆ 56 صفحات ☆ قیمت (اشاعت خاص) 50 روپے ☆ (اشاعت عام) 30 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون 03-35869501

maktaba@tanzeem.org

Power to the People: Why Palestinian Victory in Jerusalem is a Pivotal Moment

By: Dr. Ramzy Baroud

The power of the people often exceeds what is seemingly rational. Almost leaderless, Palestinians remain a strong nation, united by an identity that is predicated on the pillars of human rights, resistance and steadfastness.

Neither Fatah nor Hamas has been of much relevance to the mass protests staged around Al-Aqsa Mosque compound in Jerusalem. Neither has American pressure, half-hearted European 'concern about the situation' or cliché Arab declarations made one iota of difference. United Nations officials warned of the grim scenario of escalation, but their statements were mere words.

The spontaneous mass movement in Jerusalem, which eventually defeated Israeli plans to change the status of Al-Aqsa was purely a people's movement. Despite the hefty price of several dead and hundreds wounded, it challenged both the Israeli government and the quisling Palestinian leadership.

Israel shut down Al-Aqsa compound on July 14, following a shootout between three armed Palestinians and Israeli occupation officers. The compound was reopened a few days later, but Palestinian worshippers refused to enter, as massive security installation, gates, cameras and metal detectors were installed. The people of Jerusalem immediately understood the implication of the Israeli action. In the name of added security measures, the Israeli government was exploiting the situation to change the status of Al-Aqsa, as part of its efforts to further isolate Palestinians and Judaize the illegally occupied city.

The Israeli army occupied Palestinian East Jerusalem in 1967, annexing it in 1981 in defiance of international law and despite strong UN objection. For 50 years, Jerusalem has endured daily battles. The Israelis fought to expand their influence in the city, increase the number of illegal Jewish settlers and cut off Jerusalem from the rest of the Palestinian Territories; while Palestinians, Muslims and Christians alike, fought back.

Al-Aqsa compound – also known as Haram Al-Sharif or the Noble Sanctuary – is the most symbolic element in the fight. It is a microcosm of the fate of the occupied city, in fact the fate of the entire Palestinian land. The compound has been administered by Islamic Waqf, through an Israeli-Jordanian understanding. Many Israeli politicians in the Likud Party and the Netanyahu-led rightwing government coalition have tried to change this. Palestinians understand that the fate of the mosque and the future of their city are tightly linked. For them, if Al-Aqsa is lost, then Jerusalem is truly conquered.

This fight, between Palestinian worshippers and the Israeli army happens every single day, usually escalating on Friday. It is on this holy day for Muslims that tens of thousands of faithful flock to Al-Aqsa to pray, oftentimes to be met by new military gates and army regulations. Young Palestinians, in particular, have been blocked from reaching Al-Aqsa, also in the name of security. But the struggle for Jerusalem can rarely be expressed in numbers, death toll and televised reports. It is the ordinary Palestinians' constant fight for space, for identity and to preserve the sanctity of their holy land. In the last two years, the fight escalated further as Israel began expanding its illegal settlements in East Jerusalem and rightwing parties issued a series of laws targeting Palestinians in the city. One such law is the call for prayer law, aimed at preventing mosques from making the call for prayers at dawn, as has been the practice for a millennium.

Palestinian youth, many born after the failed Oslo Accords, are fed up as the Israeli military controls every aspect of their lives and their corrupt leadership grows more irrelevant and self-serving. This frustration has been expressed in numerous ways of non-violent resistance and new political ideas. Since the most recent Al-Quds Intifada – Jerusalem uprising – started in October 2015, "some 285 Palestinians have died in alleged

attacks, protests and (Israeli) army raids," reported Farah Najjar and Zena Tahhan. About 47 Israelis were killed in that same period.

But the Intifada was somehow contained and managed. Certainly, human rights groups protested many of the army killings of Palestinians as unnecessary or unprovoked, but little has changed on the ground. The Palestinian Authority has continued to operate almost entirely independent from the violent reality faced by its people on a daily basis. The shootout of July 14 could have registered as yet another violent episode of many that have been reported in Jerusalem in recent months. Following such events, the Israeli official discourse ignores the military occupation entirely and focuses instead on Israel's security problem caused by 'Palestinian terror'. Politicians then swoop in with new laws, proposals and radical ideas to exploit a tragic situation and remould the status quo.

Considering the numerous odds faced by Palestinians, every rational political analysis would have rightly concluded that Palestinians were losing this battle as well. With the United States fully backing Israeli measures and the international community growing distant and disinterested, the people of Jerusalem could not stand a chance. But such understanding of conflict, however logical, often proves terribly wrong, since it casually overlooks the people.

In this latest confrontation, Palestinians of Jerusalem won, presenting an impressive model of mobilisation and popular solidarity for all Palestinians. The Israeli army removed the barricades and the metal detectors, pushing Israel to the brink of a political crisis involving angry politicians, the army and internal intelligence, the Shin Bet. The people's victory was a massive embarrassment for Mahmoud Abbas, the President of the Palestinian Authority in Ramallah. He tried to 'piggyback off the protests' but failed, reported the Atlantic. Other factions, too, moved quickly to mobilise on the people's victory, but their efforts have appeared staged and insincere.

"Today is a joyful day, full of celebration and sorrow at the same time – sorrow for the people who lost their lives and were injured," a protester told journalists, as thousands stormed the gates of Jerusalem armed with their prayer rugs, flags and voices hoarse from chanting for nearly two weeks. "This is very much a grassroots movement – this isn't led by Hamas or Fatah, the traditional political leaders of the Palestinians," journalist Imran Khan reported from outside the compound. This grassroots movement was made of thousands of women, men and children. They included Zeina Amro, who cooked daily for those who held steadfast outside the compound, was shot by a rubber bullet in the head, yet returned to urge the men to stand their ground the following day. It also includes the child Yousef Sakafi, whose chores included splashing water over people as they sat endless hours under the unforgiving sun, refusing to move. It also includes many Palestinian Christians who came to pray with their Muslim brethren. Conveying the scene from Jerusalem, television news footage and newspaper photos showed massive crowds of people, standing, sitting, praying or running in disarray among bullets, sound bombs and gas canisters.

But the crowds are made up of individuals, the likes of Zeina, Yousef and many more, all driven by their insistence to face injustice with their bare chests in an inspiring display of human tenacity. Of course, more violence will follow, as the Israeli occupation is enriched and relentless, but ordinary Palestinians will not quit the fight. They have held resolute for nearly 70 years. Rational political analysis cannot possibly fathom how a nation undergoing numerous odds can still mobilise against an army, and win.

But the power of the people often exceeds what is seemingly rational. Almost leaderless, Palestinians remain a strong nation, united by an identity that is predicated on the pillars of human rights, resistance and steadfastness.

مسجد دارالسلام لاہور میں نماز عید الاضحیٰ

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں نمازِ عید

امیر تنظیم اسلامی

محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ

پڑھائیں گے

☆ نماز ٹھیک 6:30 پر کھڑی ہو جائے گی ☆ نماز عید کے بعد مختصر خطاب ہوگا۔

خواتین کی شرکت کا باپردہ اہتمام ہوگا۔

VOL : 26 Regd. C.P.L NO. 114 No.34

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore